تحفظ ختم نبوت کا حقیقی علمبردار واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ماہنامہ چودھویں صدی دھلی

ما مسلمانیم از فضلِ خدا   مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام   ہر نبوت را بروشد اختتام
ختم شد برنفس پاکش ہر کمال   لا جرم شد ختم ہر پیغمبرے

(کلام مسیح موعود)

ایڈیٹر: ممتاز عالم

Rs.10

اگست ۲۰۱۱ء

www.alahmadiyya.org

تحفظ ختم نبوت کا حقیقی علمبردار واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ماہنامہ

چودھویں صدی

دہلی

سرپرست

جناب شوکت اے علی صاحب

دامت برکاتہم

ایڈیٹر

مفتی ممتاز عالم

جلد نمبر......۱۲

شمارہ...................... ۷

رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بمطابق اگست ۲۰۱۱ء

مجلس ادارت

ایم وائی تاثیر صدر (کشمیر)

اصغری بانو نائب صدر (ممبئی)

بشارت سلیم جنرل سکریٹری (جموں)

اشفاق حسین سکریٹری (کولکاتہ)

۱۔ اداریہ.......................ایڈیٹر.......................۲

۲۔ فضائل رمضان المبارک —— درس قرآن

از قلم: مکرم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور...............۳

۳۔ حضرت مرزا غلام احمد مجدد صد چہاردہم کی سوانح عمری

ڈاکٹر بشارت احمد..................۶

۴۔ روزہ کے اقسام اور اس کے احکام ومسائل

ادارہ.........۹

۵۔ روزے کی فرضیت

ادارہ.........۱۸

۶۔ روزہ کے فضائل از خواجہ کمال الدین صاحب............۱۹

۷۔ روزہ تمام انبیاء اور صلحاء کی آزمودہ عبادت ہے

حضرت مولانا صدر الدین صاحب.....................۲۲

بدل اشتراک

فی شمارہ...........۱۰/روپے

سالانہ ۱۰۰/روپے

بیرون ملک ۱۰/پونڈ

ڈالر امریکن ۱۲ڈالر

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

خط وکتابت کا پتہ: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا L-25A، دلشاد گارڈن، دہلی۔110095 فون 011-22596616 (موبائل) 9910750455

E-mail:ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in Our Websites: www.aaiil.org

کسی بھی معاملے کی شنوائی صرف دہلی کی عدالت میں ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قارئین حضرات السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خوش قسمتی سے پھر ماہ مبارک رمضان کا مہینہ ہم پر سایہ فگن ہوگیا ہے۔ یہ ہم پر حق تعالیٰ کا بہت بڑا انعام واکرام ہے۔ رمضان دراصل برکتوں، رحمتوں اور مغفرتوں کا مہینہ ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ بڑے اشتیاق کے ساتھ اس ماہ کا انتظار فرمایا کرتے تھے اور مومنوں کو اس سے ہر طرح فیضیاب ہونے کی ترغیب فرمایا کرتے تھے۔ یقیناً اس ماہ مبارک کی آمد ہمارے لئے بے انتہا خوشیوں اور سعادتوں کی آمد ہے، خوش نصیب ہیں وہ جو اس کے ایک ایک لمحے کی قدر کریں اور اپنی دنیا و آخرت کو بنانے اور سنوارنے میں پوری یکسوئی کے ساتھ لگ جائیں۔ دن میں روزوں کے ذریعہ اور رات میں قیام اللیل کے ذریعہ انعامات الٰہیہ سے اپنا دامن مراد بھر لیں اور بدبخت ونامراد ہیں وہ جو لہوولعب اور غفلت ولاپرواہی میں اسے یونہی گنوا دیں، اور اللہ کے عنایت وعطا اور بخشش کے اس موسم بہار سے بہرہ یاب نہ ہوں۔

روزہ کا اصل مقصد محض بھوکا پیاسا یا جماع سے رکے رہنا نہیں بلکہ اصل غرض ومقصد وہ ہے جس کی طرف رب العالمین نے آیت قرآنی میں ''لعلکم تتقون'' کہہ کر بتادیا ہے کہ ''تم پر روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم متقی یعنی پرہیزگار بن جاؤ''۔ اس سے عیاں ہے کہ روزہ کی ترغیب دراصل تقویٰ کی تحصیل ہے۔

تقویٰ کے معنی حقوق کی نگہداشت برائیوں کے معاملے میں حد درجہ احتیاط اور کلی اجتناب برتنا ہے۔ یعنی ادنیٰ سے ادنیٰ برائی سے بھی اپنے آپ کو بچائے رکھنا، جس طرح کسی مہلک مرض میں مبتلا انسان ہر مضر صحت شئے سے بچتا ہے۔ بلکہ مشتبہ اشیاء سے بھی اپنے آپ کو بچائے رکھتا ہے۔ تاکہ شفائے کلی حاصل ہو۔

لہٰذا روزہ دار کو چاہئے کہ ہمیشہ اس مقصد تقویٰ کو مدنظر رکھے اگر کسی کو روزے سے اس کے آثار وفوائد نظر نہ آئے تو اس میں روزے کا کوئی قصور نہیں بلکہ اس کی ذمہ داری روزہ رکھنے والے پر ہے کہ وہ اس کی مکمل نگہداشت نہیں کر پارہے ہیں، جس کی بنا پر روزہ اپنا اثر دکھانے سے قاصر ہے۔ اس لئے روزہ دار پر لازم اور ضروری ہے کہ وہ صبح سے شام تک ایک لحہ بھی اپنے اس مقصد ومدعا سے غافل نہ ہو۔

رمضان اور روزے کے برکات وفضائل بے حد وبے حساب ہیں، قرآن کے علاوہ کتب احادیث میں ان کے بے پناہ فضائل ہیں۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جس نے رمضان کے روزے ایمان واحتساب کے ساتھ رکھے اس کے تمام گذشتہ گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے روزہ ڈھال ہے یعنی جس طرح بلٹ پروف تیر وتفنگ اور گولی وغیرہ سے انسان کو بچاتا ہے، اسی طرح روزہ انسان کو دنیا میں گناہوں اور آخرت میں جہنم سے بچاتا ہے۔ ایک تیسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کو دیگر عبادات سے ہمارے خالق نے ایک انوکھے وامتیازی شان سے نوازا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے ''آدمی کے ہر نیک عمل کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔'' لیکن روزہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''الصوم لی وانا اجزی بہ یعنی روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، روزہ دار اپنی خواہشات اور کھانا پینا صرف میری رضا کی خاطر چھوڑتا ہے.......روزہ دار کے منہ کی بو میرے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ سبحان اللہ روزہ دار کے لئے رب العلمین نے کیسے کیسے انعام واکرام رکھے ہیں جس کا انسان وہم وگمان بھی نہیں کرسکتا۔ لہٰذا روزہ دار کو چاہئے کہ وہ فحش گوئی اور بے ہودہ باتوں سے پرہیز کرے اگر کوئی اس سے بدزبانی یا لڑائی پر آمادہ ہو تو اس سے یہ کہہ کر چھٹکارا پائے کہ میں روزے سے ہوں۔ رمضان کے روزے جیسا کہ معلوم ہوگیا روحانی فوائد کے سرچشمہ ہیں۔ اس کے علاوہ سینکڑوں جسمانی امراض بھی ایسے ہیں جن کے دفعیہ کے لئے حکماء واطباء غذا سے پرہیز اور فاقہ کشی تجویز کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں اور آپ کو احترام شہر رمضان اور اس کے روزے اور قیام لیل کی توفیق عطا فرمائے اور یہ ہمارے فلاح دارین کے موجب ہوں۔ والسلام ☆☆

فضائل رمضان المبارک

درس قرآن

از قلم: بکرم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ o فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ، وَمَنْ کَانَ مَرِیْضاً اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ، یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ o (البقرۃ:۱۸۵)

ترجمہ: رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا (جو) لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت پر کھلی دلیلیں اور حق وباطل میں فرق کردینے والی (کتاب) ہے۔ پس تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے تو چاہئے کہ اس کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں میں گنتی پوری کر لی جائے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور یہ کہ تم گنتی پوری کرو۔ اور اللہ کی بڑائی کرو اس لئے کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور تا کہ تم شکر کرو۔

میں نے پچھلے درس میں رمضان کے روزے انسان کے اندر جو حیوان ہے اسے سدھا کر انسان کے قابو میں لے آتے ہیں تا کہ انسان اس حیوان پر سواری کر کے اپنی اخلاقی اور روحانی منازل طے کرے اور بلندیوں کو پائے۔ سورۃ النحل کی قرآنی آیات ۸، ۹ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ظاہر میں حیوان مثلاً گھوڑا، خچر اور گدھا بنائے ہیں تا کہ انسان ان پر سوار ہو کر اپنا سفر طے کرے باطن میں قسم ہا قسم کے حیوان انسانوں کے اندر بنائے ہیں تا کہ وہ ان پر سوار ہو کر اپنا باطنی سفر طے کریں۔ وہاں اگلی آیت یوں ہے کہ وعلی اللہ قصد السبیل ومنھا جائر، یعنی اللہ ہی پر سیدھی راہ پر چلانا ہے او ربعض راہیں تو ٹیڑھی ہیں۔ ظاہر میں تو اس زمانہ میں بہت کم لوگ گھوڑے، خچر اور گدھے سواری کے لئے استعمال کرتے ہیں اور جو کرتے بھی ہیں وہ خدا پر سیدھی راہ بتانے کا ذمہ نہیں ڈالتے۔ یہاں خطاب تمام نسلِ انسانی سے ہے۔ اس لئے عالمِ ظاہر کی حیوان سواریوں کے ذکر میں دراصل انسان کے باطن میں حیوانی سواری مہیا کرنے کا ذکر ہے جو ہر انسان کے لئے ہے۔ اور باطن کے اندھیرے میں انسان کو کدھر جانا ہے یہ وہ خود ہرگز معلوم نہیں کر سکتا۔ اسی لئے قرآن حکیم نے فرمایا کہ باطنی سفر میں سیدھی راہ پر چلانا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے اور ساتھ ہی خبر دار کیا ہے کہ راستے ٹیڑھے بھی ہیں، تم اُن پر بھٹک جاؤ گے اگر اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل نہ کرو گے۔

تو اسی لحاظ سے روزوں میں باطنی حیوان کو قابو میں لا کر اس پر سوار ہو جانے کے بعد کیا عمدہ قرآن پاک کے نازل کرنے کا ذکر فرمایا ہے کہ رمضان کا ہی مہینہ وہ ہے اور حق وباطل میں یعنی سیدھے راستہ اور ٹیڑھے راستوں میں فرق کر کے دکھاتا ہے۔ سبحن اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم کیا انگوٹھی پہ نگینہ کی طرح یہ آیت آن کر بیٹھی ہے۔ انسان کے باطنی سفر کے لئے ہدایت دینے کو اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن اتارا ہے۔ یہاں قرآن کی تین خصوصیات کا ذکر فرمایا ہے۔ اول تو ھدی للناس بتائی۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنی کتابیں نازل فرماتا رہا

مگر وہ کتابیں یا تو بالکل ضائع ہوگئیں جس کی موٹی مثال بائیبل ، توریت اور انجیل کا مجموعہ ہے کہ اس کی اصل کتابیں یعنی جن زبانوں میں وہ نازل ہوئی ان کا اصل متن آج دنیا میں موجود نہیں۔ صرف ترجمے ہیں جو یونانی یا لاطینی ترجموں سے لئے گئے ہیں اور ان میں سخت اختلاف کے علاوہ تحریفیں ہوئی ہیں جن کا اعتراف خود بائیبل کے اسکالر کرتے ہیں۔ تو قوموں نے خدائی ہدایت کو کھو دیا تھا۔ فرمایا کہ وہ کھوئی ہوئی ہدایت کو اس قرآن کے ذریعہ (جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لیا ہے) نسل انسانی کو دوبارہ دیا جاتا ہے۔ مثلاً روزہ کی عبادت کو ہی لے لیجئے۔ روزہ تو تمام قوموں پر ایک ہی جیسا فرض ہوا تھا (جیسا کہ میں پچھلے درس میں قرآن کریم کے اپنے الفاظ سے بتا آیا ہوں) مگر کسی قوم نے روزہ کی مدت کو گھٹا کر برائے نام کر دیا تو کسی قوم نے کھانے پینے کی چند چیزوں کے سوا باقی کو اپنے لئے روا کر لیا۔ پھر دوسری قوموں کو بعض احکام وقتی ضرورت کے ماتحت دئے گئے مثلاً موسوی شریعت کی سختی بنی اسرائیل جیسی صدیوں کی بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح کے لئے ضروری تھی۔ مگر اسرائیلی فقیہوں نے اسے سخت سے سخت تر بنا دیا تو ضروری ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ تشریف لا کر اس میں ضروری نرمی پیدا کریں مگر بعد میں ان کے مریدوں نے شریعت کو ہی غیر ضروری قرار دیدیا جو دوسری انتہا تھی۔ بہرحال تمام امور دینی اور علوم و معرفتِ باطنی کی جو تکمیل قرآن شریف نے کی وہ اس کا خاص امتیاز ہے۔ یہ وہ واحد الہامی کتاب ہے، جس نے دعویٰ کیا کہ **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی** یعنی اللہ تعالیٰ نے آج تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام ہوگئیں، ورنہ رسول اللہ ﷺ سے قبل حالانکہ ہزارہا سال سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آ چکے تھے پھر بھی نوبت کہاں تک پہنچی تھی؟ مثلاً بنی اسرائیل جیسے سلسلۂ نبوت میں جس میں ہزارہا چھوٹے بڑے نبی آ چکے تھے اور توریت، زبور اور انجیل جیسی الہامی کتابیں آ چکی تھیں اس کا حال حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے سنیئے جو سلسلۂ بنی اسرائیلی کی تکمیل کرنے آئے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے معاً قبل ایک عظیم نبی تھے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا''۔ (یوحنا باب ۱۶، آیات ۱۲ تا ۱۴)

پھر قرآن شریف کا ایک اور امتیاز یہ ہے کہ اس نے تمام کھوئی ہوئی ہدایتیں اپنے اندر جمع کیں جیسا کہ فرمایا **فیھا کتب قیمۃ** (البینۃ ۹۸:۳) یعنی پچھلی الہامی کتابوں میں سے جو بھی تعلیم قائم رکھنے کے قابل تھی وہ اس قرآن میں جمع کر دی گئی ہے اس لئے لازماً قرآن کریم دیگر تمام الہامی کتابوں کی تصدیق بھی فرماتا ہے جو اس کا ایک اور امتیاز ہے۔ مثلاً فرمایا **انزلنا الیک الکتب بالحق مصدقاً لما بین یدیہ من الکتب و مھیمناً علیہ** (المائدہ:۴۸) ''اور ہم نے تیری طرف کتاب اتاری حق کے ساتھ (جو کھویا گیا تھا) وہ تصدیق کرتی ہے الہامی کتابوں کی جو اس سے پہلے ہوئیں اور ان پر محافظ بھی ہے''۔ یعنی ان کی جو بھی تعلیم محفوظ کرنے کے قابل تھی وہ اس نے کر لی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں پہلے انبیاء کے حالات میں ان کی تعلیم کا بارہا ذکر آیا ہے۔ تو نہ صرف کھوئی ہوئی آسمانی ہدایت کو اس قرآن کے ذریعہ سے دنیا کو دوبارہ دیا گیا بلکہ اس کی تکمیل بھی کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو تمام یعنی مکمل کر دیا گیا۔ اور اس کتاب کو **ھدی للناس** بنایا جیسا کہ آج کے سبق میں فرمایا۔ یعنی بجائے کسی قوم کے خاص حالات کے لئے جیسے کہ پہلی ہدایتوں کا پیغام تھا یہ کتاب اب تمام نسل انسانی کے لئے قیامت تک کے لئے ہے۔ یہ قرآن کریم کا ایک اور امتیاز ہے۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ واقعات نے اس کی تصدیق کی ہے۔ آج اور قومیں اپنی، اپنی الہامی کتابوں کو یا تو بالکل چھوڑ چکی ہیں یا کم سے کم

ان سے اپنی زندگی کے لئے ہدایت کو نہیں ڈھونڈھتیں ۔ اس کے برعکس مسلمان دن بدن قرآن کی طرف زیادہ رجوع کر رہے ہیں مثلاً اپنے قوانین بنانے میں ۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ قرآن کریم کی جن تعلیمات پر اہلِ مغرب کو آج سے ایک صدی قبل سال سب سے زیادہ اعتراض تھا آج مغربی اقوام انہی تعلیمات قرآنی کو اپنا رہی ہیں مثلاً دفاعی جنگ کی ضرورت یا طلاق کی اجازت وغیرہ، وغیرہ ۔ اس لئے قرآن حکیم اب **ھدی للناس** (یعنی تمام لگوں کے لئے ہدایت) بن رہا ہے اگرچہ اس پر غیر مسلم ابھی تک زبانی ایمان نہیں لائے۔

ایک اور بات جو آج کے سبق میں فرمائی وہ یہ کہ قرآن **بینت من الھدی** ہے یعنی جو ہدایت دیتا ہے اسکو زبردستی نہیں منواتا بلکہ دلائل دے کر منواتا ہے۔ یہ وہ قرآن کریم کا امتیاز ہے جو اور کسی الہامی کتاب میں نہیں ملتا۔ دوسری کتابیں یا تو اپنے مذاہب کی تعلیم یہاں تک کہ بنیادی اصولوں تک کا ذکر ہی نہیں کرتیں یا کرتی ہیں تو توقع رکھتی ہیں کہ اگلا Faith یعنی محض ایمان رکھ کر قبول کرے اگرچہ وہ بات کتنی ہی ناقابلِ قبول ہو۔ مثلاً شرک جو اسلام کے سوا تمام دینوں میں آ گیا اس پر ایک بھی دلیل کہیں نہیں ملتی ان دینوں کی کتابوں میں۔ مگر قرآن اللہ تعالیٰ کی توحید پر ہر قسم کے دلائل دیتا ہے۔ کہیں تمام کائنات کی وحدانیت اور ایک ہی قوانین میں جکڑے ہونا، یا انسان کی فطرت میں توحید کا ہونا۔ یا تمام نبیوں اور الہامی کتابوں میں اس کا ثبوت کسی نہ کسی رنگ میں باقی رہ جانا وغیرہ وغیرہ۔

ایک اور امتیاز قرآن کریم کا جس کا ذکر آج کے سبق میں ہے وہ ہے والفرقان کے لفظ میں یعنی یہ کتاب حق اور باطل میں فرق کر کے دکھاتی ہے تاکہ انسان غلطی سے باطل میں پڑ کر گمراہ نہ ہو جائے۔ چنانچہ قرآن مجید وہ واحد الہامی کتاب ہے جو نہ صرف مکمل ہدایت اپنے اندر رکھتی ہے بلکہ اس ہدایت کو منوانے کے لئے دلائل بھی دیتی ہے اور جو باتیں انسان کو گمراہ کر سکتی تھیں ان کے باطل ہونے کا بھانڈا بھی پھوڑتی ہے۔ نہ صرف سابق باطل عقائد کی غلطی کو ظاہر کرتی ہے بلکہ یہ کمال ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے کامل علم غیب کا ثبوت ہے کہ قرآن کے نزول کے بعد بھی جو غلط عقائد یا باتیں پیدا ہوں ان کا جواب بھی اس میں ہے جیسا کہ فرمایا **لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ، تنزیل من حکیم حمید** (حم۔۴۲) یعنی ''باطل اس کے آگے نہیں ٹھہر سکتا خواہ وہ اس سے پہلے کا ہو یا بعد میں آئے۔ یہ اس لئے کہ یہ کتاب نازل ہوئی ہے اس ذات کی طرف سے جو کامل حکمت والا ہے، تعریفوں والا ہے''۔ کہ اس نے ایسی کتاب ہمیں دی جو پرانے اور نئے تمام باطل عقائد کو ننگا کر کے رکھ دیتی ہے۔

اسی لئے حضرت مجدد صدی چہاردہم مرزا غلام احمد صاحب غیر مسلموں سے مناظروں اور مباحثوں میں فرمایا کرتے تھے کہ میں اسلام کی تائید میں جو بات کہوں گا قرآن حکیم سے کہوں گا۔ جو دلائل دوں گا وہ قرآن حکیم سے دوں گا اور جو تم غلط بات کہو گے اس کا رد قرآن حکیم سے کروں گا۔ کیا تم بھی اپنی الہامی کتاب سے یہ کرو گے کیونکہ وہ کیا خدا کی کتاب ہے جو یا تو اپنی بنیادی تعلیم ہی اپنے اندر نہ رکھتی ہو یا تھوڑا بہت رکھتی ہو تو اس کی تائید میں دلائل نہ رکھتی ہو بلکہ اپنے مریدوں سے توقع رکھے کہ وہ دلائل گھڑیں یا جو بات میں کہوں اس کا جواب دینے سے قاصر ہو اور اپنے مریدوں کا منہ دیکھے کہ تم جواب دو۔ مگر حضرت امام الزماں کے اس چیلنج کو کسی مناظر نے قبول نہ کیا۔ مگر پھر بھی حضرت اقدس خود اپنا تمام انحصار قرآن حکیم پر رکھتے تھے۔ مناظروں اور مقابلوں کے علاوہ جب کسی مسئلہ پر کتاب لکھنے لگتے تو اسے سامنے رکھ کر تمام قرآن حکیم کو شروع سے لے کر اخیر تک پڑھتے تھے۔ اور یہ عملی ثبوت تھا اس دعوے کا جو آج کے سبق کی آیت مبارکہ میں ہے کہ یہ قرآن نہ صرف مکمل ہدایت ہے بلکہ ہدایت کی تائید میں دلائل دے کر اسے منوانا چاہتی ہے اور جو باطل اس کے سامنے آئے اس کی غلطیوں کو کھول کر انسان کو اس سے بچاتی ہے۔

☆☆☆

حضرت مرزا غلام احمد مجدد صد چہاردہم کی سوانح عمری

قسطوار

ڈاکٹر بشارت احمد

حضرت مرزا صاحب کی جرأت ایمانی:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مرزا صاحب میں ہمیں وہ جرأت ایمانی نظر آتی ہے جو ایک بہت بڑے عارف اور باخدا انسان کے سوا دوسرے میں ہو نہیں سکتی۔ روحوں کے انادی اور بے انت ہونے کے خلاف جو قلم اٹھایا تو سوامی دیانند صاحب ایسے مرعوب ہوئے کہ روحوں کے بے انت ہونے سے انکاری ہو گئے اور مباحثہ کا چیلنج دے کر پھر صاف گریز کر گئے۔ بابا نرائن سنگھ صاحب نے جو شرط بھی پیش کی مان لی اور ثالثوں میں خود اس مسئلہ کے موجد سوامی دیانند کو بھی شامل کر لیا تا کہ حجت ہر طرح تمام ہو جائے۔ اور انعام کے روپوں کی بابت ہر طرح اطمینان کرا دیا۔ مگر ایک جواب الجواب کے بعد بابا صاحب کا پتہ نہ لگا کہ گئے کہاں۔ بہت عرصہ بعد نظر آئے تو آریہ سماج کے پلیٹ فارم سے الگ نظر آئے۔

روحوں کے انادی اور بے انت نہ ہونے پر چودہ دلائل:

حضرت مرزا صاحب نے مختلف اخباروں کے ذریعہ روحوں کے انادی اور بے انت نہ ہونے پر چودہ زبردست دلائل دیکر ہر ایک اہل باطل کا منہ بند کر دیا تھا۔ ان میں سے کسی ایک دلیل کو بھی توڑنے کی کسی میں ہمت نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ پنڈت دیانند سرسوتی صاحب بھی لاچار اور لاجواب ثابت ہوئے۔ جن جن لوگوں نے ہاتھ پاؤں مارے وہ ایک جواب الجواب کے بعد میدان سے ایسے رفو چکر ہوئے کہ کہیں پتہ ہی نہ لگا کہ گئے کہاں۔

منشی گوردیال صاحب سے مباحثہ:

منشی گوردیال صاحب مدرس مڈل اسکول چنیوٹ نے بھی بابا نرائن سنگھ صاحب کی طرح ایک استفسار روحوں کے انادی اور بے انت ہونے پر آفتاب پنجاب اخبار میں چھپوایا جو ۱۶ ارمئی ۱۸۷۸ء کے اخبار میں شائع ہوا۔ حضرت مرزا صاحب نے منشی گوردیال صاحب کو ایسا دندانشکن جواب دیا کہ وہ بھی اپنے سابق دوستوں اور ہم خیالوں کی طرح اپنا سا منہ لے کر خاموش ہو گئے۔ بابا نرائن سنگھ صاحب اور منشی گوردیال صاحب کے مقابلہ میں جو حضرت مرزا صاحب نے جواب الجواب تحریر فرمایا تھا وہ شیخ یعقوب علی صاحب تراب کی شائع کردہ سوانح عمری میں مفصل موجود ہے یہاں نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

لالہ شرمپت رائے صاحب میدان مناظرہ میں کودے:

لالہ شرمپت رائے صاحب قادیان کے مشہور آریہ نے جب حضرت مرزا صاحب کا بابا نرائن سنگھ صاحب کے ساتھ مباحثہ ہوتے دیکھا تو آپ کو بھی اخباری دنیا میں مشتہر ہو جانے کا شوق پیدا ہوا۔ اور مان نہ مان میں تیرا مہمان خود بخود تناسخ پر ایک محاکمہ لکھ کر اخبار ہندو باندھو لاہور میں بھیج دیا۔ مگر وہ اس قدر لغو اور فضول تھا کہ خود ایڈیٹر ہندو باندھو نے جو اس پر ریمارکس لکھے وہ یوں ہے:

''پھر صرف بولنا کون نہیں جانتا۔ حیوانات بھی منہ سے آواز برآمد کر سکتے ہیں۔ اور بے نشانہ ہر ایک تیر بھی لگا سکتا ہے۔ پس

بطور آئیں بائیں شائیں کچھ کہہ دینا یا کاغذ پر لکھ دینا بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ کمان اٹھا کر بے نشانہ کسی سمت میں تیر چھوڑ دینا''۔

اس کے بعد لالہ شرمپت رائے کو اخبار کی طرف رُخ کرنے کی جرأت ہی نہ ہوئی۔

عیسائیوں سے مباحثہ:

اس وقت آپ کے تحریری مباحثہ فقط آریہ سماج سے ہی نہیں ہو رہے تھے۔ بلکہ ساتھ ساتھ عیسائیوں سے بھی قلمی جنگ شروع تھی۔ اس لئے کہ لدھیانہ کے عیسائی اخبار نور افشاں میں اسلام او رحضرت نبی کریم ﷺ کے خلاف نہایت دل آزار اور غیر شریفانہ مضامین اور اعتراضات کا سلسلہ شروع تھا۔ آپ نے ان جوابات کے لئے اخبار منشور محمدی بنگلور کو منتخب کیا جو اسی غرض کے لئے جاری ہوا تھا۔ آپ کے پُر زور مضامین جیسے ہی نکلنے شروع ہوئے تو عیسائی کیمپ میں کھلبلی مچ گئی اور شور قیامت برپا ہو گیا۔ یہ جنگ جس زور شور سے چلی ہے اس کا ذکر آگے آئے گا۔

برہمو سماج سے مباحثہ:

لاہور میں برہمو سماج قائم ہو چکا تھا اور پنڈت شونرائن اگنی ہوتری جو لاہور کے گورنمنٹ اسکول میں اس وقت ڈرائنگ ماسٹر تھے۔ برہمو سماج کے بہت بڑے بڑے لیڈر اور ہندو باندھو اخبار کے مالک وایڈیٹر تھے۔ برہمو سماج اگرچہ ہر ایک مذہب کے مقتدا کی عزت کرتا تھا۔ مگر وحی والہام کا قائل نہ تھا۔ حضرت مرزا صاحب کے مذہبی مضامین اکثر ہندو باندھو میں شائع ہوا کرتے تھے۔ اسی سلسلہ میں مسئلہ الہام پر اس برہمو لیڈر سے خط وکتاب کا سلسلہ برنگ مباحثہ جاری ہو گیا۔ اور یہ سلسلہ ۲ مئی سے ۱۷ جون ۱۸۷۹ء تک جاری رہا۔ خاکسار مؤلف نے اس مباحثہ کو خود پڑھا ہے۔ یہ مباحثہ ناتمام رہ گیا ہے۔ بحث کا سلسلہ چلتے چلتے اچانک بند ہو گیا ہے۔ جس قدر بھی خط وکتابت ہوئی تھی اس قدر ہی پنڈت جی نے شائع کر دینا چاہا تو حضرت مرزا صاحب نے مطالبہ کیا کہ وہ ایک برہمو اور ایک انگریز کو اس معاملہ میں منصف قرار دے کر ان کے فیصلہ کے ساتھ اس خط وکتابت کو شائع کریں۔ اور اپنی طرف سے آپ نے کیشب چندر سین صاحب برہمو سماج کے مشہور مقتدا کو نامزد بھی کر دیا۔ مگر پنڈت اگنی ہوتری صاحب نے کسی کو منصف اور حکم نہ بنایا اور اس ناتمام خط وکتاب کو شائع کر دیا۔ انہوں نے کیوں ایسا کیا اس سے بحث نہیں۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے اس مباحثہ میں فرمایا تھا کہ وحی والہام کا انکار دہریت پیدا کر دیتا ہے ویسا ہی ہوا یعنی کچھ عرصہ بعد ہی پنڈت اگنی ہوتری صاحب نے برہمو سماج کے اصولوں کو چھوڑ چھاڑ دہریہ بنکر ایک اور سماج قائم کیا جس کا نام دیو سماج ہے۔ اور وہ سب بحثیں کہ ''عقل ہر معاملہ میں کافی ہے اور ہمیں الہام کی ضرورت نہیں'' سب غت ربود ہو کر عقل کو ہی سرے سے جواب مل گیا۔ اور جو کچھ رہ گیا وہ گرو جی کا ہی ایشور گیان رہ گیا۔

ایک برہمو کی قادیان میں آمد برائے تحقیقات:

اس خط وکتابت کے شائع ہونے کے بعد ایک برہمو تیلو رام نامی تحقیقات کے خیال سے قادیان آیا۔ پہلے تو ہندوؤں کے گھر ٹھہرا۔ پھر حضرت مرزا صاحب کی دعوت پر آپ کے مکان پر آن ٹھہرا۔ کھانے پینے میں اسے کوئی پرہیز نہ تھا۔ اسلام کی صداقت اور مسئلہ نبوت والہام اور بعض دیگر مسائل پر گفتگو ہوتی رہتی تھی حضرت مرزا صاحب کا منشا تھا کہ وہ کچھ عرصہ آپ کے پاس ٹھہر کے مگر افسوس ہے کہ وہ زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا۔ مگر جاتے ہوئے وہ آپ کے اخلاق اور مہمان نوازی اور علم دوستی کا بیحد مداح نظر آتا تھا۔

براہین احمدیہ میں برہمو سماج پر اچھی طرح حجت تمام کی:

حضرت مرزا صاحب کے نزدیک برہمو سماج کا نبوت

والہام کے انکار کا عقیدہ بہت خطرناک تھا کیونکہ پھر اس سے تمام انبیا ورسل مفتری علی اللہ ٹھہرتے تھے۔ یہ کہنا کہ ہم تمام انبیا ورسل کی عزت کرتے ہیں بالکل بے معنی ہے جبکہ ہم ساتھ ہی یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ انہیں وحی والہام کچھ نہ ہوتا تھا۔ اور جو کچھ وہ کتاب اور وحی پیش کرتے تھے وہ ان کی اپنی ہی بنائی ہوئی تھیں۔ وہ الہام کا نام دیکر صرف لوگوں کو متاثر کرنا چاہتے تھے تاکہ لوگ ان کے مطابق عمل کریں۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں برہموسماج کو بالخصوص بہت لتاڑا ہے۔ اور چونکہ آپ جس طرح اس کفریہ اور باطل عقیدہ کی تردید کرسکتے تھے دوسرا نہیں کرسکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے نہ صرف عقلی ونقلی دلائل سے بلکہ اپنے مشاہدات اور تجربات سے اس غلط عقیدہ کا زبردست رد کیا ہے۔

نعمۃ الباری یا آلاء اللہ کی تصنیف کا ارادہ:

انہی ایام میں آپ نے ارادہ فرمایا کہ ایک کتاب نعمۃ الباری لکھوں۔ اسی کتاب کو آپ نے بعد میں آلاء اللہ کے نام سے لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا اس میں اللہ تعالیٰ کے ان فیوض اور برکات کا ذکر کرنا چاہتے تھے جو آپ کی ذات سے مخصوص تھے۔ مگر بعد میں ایک عجیب وغریب واقعہ کی وجہ سے یہ تصنیف رہ گئی۔ آپ خود فرماتے تھے کہ میں یہ کتاب لکھنا چاہتا تھا۔ لیکن جب میں نے قلم لیکر لکھنا شروع کیا تو یکبارگی بارش ہونے لگی۔ اور میں نے محسوس کیا کہ ہر ایک قطرہ بارش کا اپنے ساتھ لاانتہا برکات اور فیوض لے کر آیا ہے۔ اس احساس کے بعد میں نے قلم رکھ دیا کہ میں خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور فضلوں کو گن نہیں سکتا۔ جیسے ان بارش کے قطرات کا شمار اور احصاء میرے امکان سے باہر ہے۔ اسی طرح یہ امر میرے امکان سے خارج ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے ان انعام کو جو مجھ پر ہوئے ہیں گن سکوں۔

تصنیف براہین احمدیہ

آپ کی غیرت دینی:

حضرت مرزا صاحب کی زندگی پر نظر ڈالنے سے صاف پتہ لگتا ہے کہ ابتدا ہی سے آپ کو جہاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ عشق اور اس کی عبادت میں انہماک تھا وہاں آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم سے وہ عشق تھا جس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ قرآن اور سنت کی اتباع سے سرِ مو تجاوز کرنا بھی آپ بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ اور دین کی عزت کے متعلق آپ کو اس قدر غیرت تھی کہ قرآن یا آنحضرت ﷺ کے ناموس کی حفاظت کے لئے آپ ہر جگہ مجاہدین کی صف اول میں نظر آتے ہیں۔ اسلام کی حقانیت کے اثبات اور قرآن مجید کی اعجازی قوتوں کے اظہار کے لئے آپ ایک خارق عادت علمی اور عملی جوش رکھتے تھے۔ اور آنحضرت ﷺ کے احسانات کا ذکر کرنے کے لئے جو آپ نے نوع انسان پر کئے کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ اور اس کے لئے اتنی غیرت تھی کہ ایک مرتبہ لدھیانہ میں آپ تشریف رکھتے تھے۔ ان دنوں نئی نئی ٹمپرنس سوسائٹی بنی تھی اور ان کے لیکچر جابجا ہوتے تھے۔ اور شراب اور نشہ آور چیزوں کے خلاف وعظ اور لیکچر دینے کے لئے وہ ہر مذہب وملت کے علماء کو مدعو کرتے رہتے تھے۔ لدھیانہ میں انکا جلسہ تھا حضرت مرزا صاحب کو بھی دعوت دی کہ آپ بھی کچھ شراب اور مسکرات کے خلاف وعظ کریں۔ مگر ساتھ ہی یہ شرط لگادی کہ کسی خاص مذہب یا مذہبی مقتدا کا ذکر درمیان میں نہ آوے۔ عام اخلاقی وعظ ہو۔ آپ نے فرمایا یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کا نام نہ لوں جس سے بڑھ کر ٹمپرنس کو قائم کرنے والا دنیا میں کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔ جس کی ایک آواز میں یہ اثر تھا کہ پشتہا پشت کے شراب پینے والوں نے یک مرتبہ شراب کے مٹکے توڑ دیئے اور شراب پینے کے سونے چاندی کے باسن خیرات کر دیئے۔ اور پھر کبھی اسے ہاتھ تک نہ لگایا۔ اتنی بڑی عظیم الشان ٹمپرنس قائم کرنے والی شخصیت کا نام نہ لوں یہ پرلے درجہ کی محسن کشی ہے۔ چنانچہ آپ نے وہاں جانے اور لیکچر دینے سے انکار کر دیا۔ ☆☆☆

روزہ کے اقسام اور اس کے احکام و مسائل

ادارہ

قرآن مجید کے احکام اُن کے لئے ہیں جو بالغ ہوں اور ایسا ہی روزے کے متعلق حکم ہے۔ امام مالکؒ کی رائے میں صغرالسن بچّوں کو روزہ نہیں رکھنا چاہئے مگر حضرت عمرؓ کا ایک قول بیان کیا جاتا ہے کہ ''ہمارے بچے بھی روزہ رکھ رہے ہیں۔'' غالباً یہ اس وقت کا ذکر ہے جب موسم زیادہ گرم نہ تھا اور مقصد یہ ہوگا کہ بچّوں کو روزہ رکھنے کا عادی بنایا جائے۔ جو کچھ پہلے بیان کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف وہی لوگ روزہ رکھنے کے مکلّف ہیں جو جسمانی طور پر اس کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اس سلسلہ میں فقہائے کرام نے تین شرطیں قائم کی ہیں۔ یعنی انسان بالغ ہو۔ قادر ہو (یعنے جسمانی طور پر صلاحیت رکھتا ہو) اور عاقل ہو۔ مستورات کے لئے اگر حیض سے فارغ ہوں روزہ رکھنا فرض ہے۔ گو حیض کی حالت میں عورت کو نماز کی پابندی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے مگر رمضان میں جو روزے وہ بوجہ حیض نہیں رکھ سکتی تھیں بعد میں ان کا پورا کرنا ان کے لئے ضروری ہے۔ یعنی اس بارے میں اس کا معاملہ بیمار کی طرح کا سا ہے۔ بچّہ کی پیدائش پر نفاس کے جاری ہونے کی صورت بھی حیض کی طرح ہی ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ اگر ماں بچّے کو دودھ پلاتی ہو تو وہ روزے کی بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ ان تمام صورتوں میں جن میں بعد میں روزے رکھنے ضروری ہوں اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ خواہ بیمار ہو یا مسافر یا حیض والی عورت، اسے اختیار ہے کہ دوسرے رمضان کی آمد سے پہلے پہلے جب اور جس وقت چاہے روزوں کی تعداد پوری کر لے۔

اختیاری یا نفلی روزے

اسلام کے چاروں ارکان نماز، روزہ، حج، زکوۃ۔ میں ایک حصّہ تو فرض ہے اور دوسرا نفلی البتہ نفلی روزوں پر کچھ پابندیاں عائد کی گئی ہیں کیونکہ حدود سے تجاوز کرنا جسمانی کمزوری کا موجب ہوسکتا ہے۔ ''ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلعم کو میرے اس ارادہ کا علم دیا گیا کہ میں تادمِ مرگ دن بھر روزہ رکھوں گا اور رات بھر عبادت کے لئے جاگا کروں گا۔ اور اس کے متعلق جب مجھ سے دریافت کیا گیا تو میں نے اقرار کیا کہ فی الواقع میں نے ایسا کہا تھا۔ اس پر حضرت سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو اس کی تاب نہیں لا سکے گا۔ اس لئے روزہ رکھ بھی اور روزہ نہ بھی رکھ۔ جاگ بھی اور نیند بھی کر اور مہینہ میں صرف تین دن تک نفلی روزے رکھ۔ کیونکہ نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔ اور تیرا یہ عمل ہر روز کے روزہ رکھنے کے برابر ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ اس پر حضور صلعم نے فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھ اور دو دن افطار کر۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں اس پر حضور صلعم نے فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن چھوڑ دے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اسی طرح روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور یہ نفلی روزوں کا بہترین طریق ہے۔'' میں نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ حضور صلعم نے فرمایا۔ ''بس اس سے بہتر طریق اور کوئی نہیں۔''

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے

دراصل مہینہ میں تین دن تک روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ نفلی روزے متواتر اور بلا ناغہ کسی صورت میں نہیں رکھنے چاہئیں۔ ایسی احادیث بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے شعبان کے آخری ایّام میں نفلی روزے رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ ایام البیض یعنے قمری مہنیہ کی تیرھویں چودھویں پندرھویں تاریخوں میں۔ یا دوشنبہ کے دن یا پنجشنبہ کے دن۔ یا عرفہ کے دن یعنے عیدالاضحیٰ سے ایک دن پہلے۔ یا شوال کے پہلے چھ دن یا محرم کے۔ یا ایّامِ تشریق کے یعنے ذی الحجہ کی گیارھویں بارھویں اور تیرھویں تاریخوں میں یا عاشورہ کے روز یعنی دسویں محرم کو نفلی روزے رکھنے کا حکم دیا۔ لیکن حضور ﷺ کا اپنا عمل یہ تھا کہ حضور ﷺ نے کبھی کوئی خاص دن اس کے لئے مخصوص نہیں فرمایا۔ جیسا کہ حدیث ذیل سے واضح ہوتا ہے:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ آیا آنحضرت ﷺ نے روزوں کے لئے کوئی خاص دن مخصوص کئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ (بخاری کتاب الصوم)

نفلی روزوں پر پابندیاں

عیدین کے دو دنوں میں نفلی روزہ رکھنے کی خاص طور پر ممانعت ہے۔ یہ بھی حکم ہے جمعہ کا دن نفلی روزے کے لئے خاص طور پر مقرر کر لیا جائے۔ ماہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ کے لئے مخصوص کرنا بھی منع ہے۔ دوسری پابندیاں یہ بھی ہیں کہ اگر نفلی روزے دوسرے فرائض کی بجا آوری میں مخل ہوں تو نہیں رکھنے چاہئیں۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ اور مذہبی فرائض کی بجا آوری کے لئے انسان کو اس حد تک نہیں جانا چاہئے کہ دنیاوی فرائض کو ترک کردے۔ مذہب کا مقصد یہ ہے کہ انسان میں ایک بہتر زندگی بسر کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔ اور نفلی روزے اسی صورت میں رکھنے چاہئیں جب اس مقصد کا پورا کرنا مدنظر ہو۔ اس امر کی وضاحت حضرت ابودرداؓ اور حضرت سلمانؓ کے واقعہ سے ہوتی ہے جن کے مابین حضرت نبی کریم صلعم نے عقدِ مواخاۃ قائم کیا تھا۔ حضرت سلمانؓ حضرت ابودرداؓ سے ملاقات کے لئے اُن کے گھر گئے اور دیکھا کہ ان کی بیوی کس مپرسی کی حالت میں پڑی ہے جب اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ ابودردا تارک الدنیا ہوگئے ہیں۔ جب ابودرداؓ گھر آئے اور کھانا دیا گیا تو انہوں نے کھانے سے انکار کردیا کیونکہ انہیں روزہ تھا۔ اس پر سلمانؓ نے کہا کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک ابودردا نہیں کھائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کھایا (اور روزہ افطار کردیا) جب رات ہوئی اور ابودرداؓ تھوڑا سا آرام کرنے کے بعد بیدار ہوگئے تو سلمانؓ نے ان سے کہا کہ ابھی سور ہیں۔ اور جب رات کا آخری پہر آیا تو دونوں نے نماز تہجد ادا کی تب سلمانؓ نے ابودرداؓ سے کہا کہ یقیناً تیرے خدا کا تجھ پر حق ہے۔ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اور تیری بیوی بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ جب اس واقعہ کا ذکر حضرت نبی کریم ﷺ سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا سلمانؓ نے سچ کہا اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاوند کو بیوی کی خاطر نفلی روزہ سے روکا گیا۔ اسی طرح بیوی کو بھی خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ اور جس طرح مذکورہ بالا مثال میں میزبان نے مہمان کے لئے روزہ افطار کیا ایسا ہی ایک حدیث میں یہ ذکر آتا ہے کہ مہمان کو میزبان کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔

روزے بطور کفارہ

بعض حکموں کو توڑنے پر بطور کفارہ بھی روزے رکھنے کا حکم ہے۔ اس قسم کے روزے جن کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے، اس طور پر ہیں:

(۱) دو مہینے کے متواتر روزے جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو غلطی سے قتل کردے اور قاتل کو غلام آزاد کرنے

کی استطاعت نہ ہو۔

(۲) دو مہینے کے متواتر روزے اگر خاوند سے ظہار صادر ہو۔ یعنے خاوند بیوی سے یہ کہدے کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پشت اور اسے غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہ ہو۔

(۳) تین دن کے روزے قسم کے کفارہ پر جس کی رُو سے انسان ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام ٹھہرالیتا ہے۔ اور اُسے غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہ ہو اور نہ دس مساکین کو کھانا کھلانے کی طاقت ہو۔

(۴) روزے حج کی حالت میں جانور کو مارنے کے کّفارہ کے طور پر جن کا دو حَکَمُ (جج) فیصلہ دیں اور اس صورت میں مساکین کو کھانا نہ کھلا سکتا ہو۔

حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص ماہِ رمضان میں ارادۃً روزہ توڑ دے تو اس کے لئے بطور کّفارہ دو ماہ متواتر روزے رکھے۔ یہ صورت اس وقت پیش آئی جب ایک شخص نے رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہمبستری کی اور حضرت نبی کریم ﷺ نے اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ مگر اس نے عرض کی کہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس پر حضرت نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ وہ دو ماہ متواتر روزے رکھ سکتا ہے۔ اس کا جواب بھی اس نے نفی میں دیا۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا کہ آیا وہ ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ اس کا جواب بھی اس نے نفی میں دیا۔ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے انتظار کیا حتیٰ کہ کھجوروں کا ایک تھیلا حضور صلعم کے پاس صدقہ کرنے کے لئے آیا۔ حضور صلعم نے وہی تھیلا اس شخص کو دیا اور فرمایا کہ جاؤ اس کو غریب لوگوں میں صدقہ کردو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مدینہ میں مجھ سے بڑھ کر کون غریب ہے؟ اس پر حضرت نبی کریم ﷺ خوب ہنسے اور اس کو اجازت دی کہ وہ کھجوروں کا تھیلہ اپنے گھر لے جائے اور اپنے گھر والوں میں تقسیم کردے۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو ماہ تک متواتر روزے رکھوانے کی غرض یہ تھی کہ روزہ توڑنے کا ارتکاب کرنے والا اپنے گناہ کی ندامت محسوس کرے۔

روزے بطور تلافی مافات

ایسے روزوں کا ذکر بھی آتا ہے جو بطور فدیہ یعنی کسی عمل سے قاصر رہنے کی وجہ سے بطور بدل رکھے جائیں۔ چنانچہ جو حاجی بوجوہ خاص احرام کی تمام مقتضیات کو پورا کرنے سے قاصر رہے ہوں انہیں تلافی مافات کے طور پر صدقہ اور جانور کی قربانی کے بجائے تین دن روزے رکھنے کا حکم ہے۔ اور ان حاجیوں کو جو عمرہ اور حج (تمتع) جمع کرنے کے لئے دونوں کے وقفہ کے درمیان حالتِ احرام سے باہر نکل آئیں انہیں تین دن کے روزے حج میں اور سات دن کے روزے حج سے واپسی پر رکھنے چاہئیں۔

روزہ کسی نذر کو پورا کرنے کے لئے

بطور نذر روزہ رکھنے کا ذکر قرآن مجید میں اس جگہ آتا ہے جہاں حضرت مریمؑ فرماتی ہیں:۔

انی نذرت للرحمن صوماً فلن اکلم الیوم انسیا

یقیناً میں نے خدا کے لئے روزہ کی نذر مانی ہے۔ پس میں آج کسی سے بات نہیں کرونگی۔

مگر صرف خاموش رہنے اور کسی شخص سے بات نہ کرنے کا روزہ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق بھی اس قسم کے روزے کا ذکر آتا ہے۔

اٰیتك الا تکلم الناس ثلثة ایام الا رمزاً واذکر ربّك کثیراً وسبحّ بالعشی والابکار ''تیری نشانی یہ ہے کہ تین دن سوائے اشارہ کے لوگوں سے بات نہ کرے اور اپنے رب کو بہت یاد کر اور شام اور صبح تسبیح کر۔''

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زکریاؑ کے خاموشی کے

روزے کا مقصد خدا کی یاد تھا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ رکھنے کی نذر مانے تو اسے یہ نذر پوری کرنی چاہئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے اپنی ماں کا ذکر کیا جو فوت ہوگئی تھی۔ اور اس نے چند دنوں کے لئے روزہ رکھنے کی نذر مانی ہوئی تھی حضرت نبی کریم ﷺ نے اس کو نذر پورا کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ لیکن ایسی نذریں ماننے کا کوئی حکم کسی حدیث میں نہیں آتا۔

روزہ کے حدود

روزہ کے حدود قرآن مجید میں صریح الفاظ میں بیان کر دیے گئے ہیں فرمایا:۔

وکلوا واشربوا حتٰی یتبین لکم الخیط الا بیض من الخیط الا سودمن الفجر ثم اتموا الصیام اِلی اللیل ''کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ ہو جائے پھر رات تک روزہ کو پورا کرو۔''

لیل یعنی رات غروب آفتاب سے شروع ہوتی ہے۔ لہٰذا روزہ اصطلاح شریعت میں پوہ پھٹنے سے شروع ہوتا ہے جو عموماً طلوع آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے واقع ہوتی ہے اور غروب آفتاب کے وقت کھولا جاتا ہے۔ روزہ میں وصال (جس کے معنے لغوی طور پر باہم ملانا ہے) یا ساری رات اور سارا دوسرا دن روزہ رکھنا بغیر کسی وقفہ کے قطعاً ممنوع ہے۔ مگر ایک حدیث میں سحری تک روزہ رکھنے کی اجازت پائی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص پسند کرے تو اسے اختیار ہے کہ افطاری کے وقت کچھ نہ کھائے مگر اس کو دوسرے دن کا روزہ رکھنے کے لئے سحری ضرور کھانی چاہئے۔ بالفاظ دیگر اس کو چوبیس گھنٹوں میں ایک دفعہ کھانا کھانا چاہئے۔ وصال اس لئے ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ مبادا لوگ لگاتار روزہ رکھ کر اپنی صحت خراب نہ کرلیں۔ یا دنیا کے کام کاج کے ناقابل ہو جائیں۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے خود بعض اوقات لگاتار روزے رکھے ہیں۔ لیکن یہ وصال کتنے دن تک ہوتا تھا، یہ ٹھیک طرح معلوم نہیں۔ صرف ایک موقعہ پر جب بعض صحابہ حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ لگاتار روزہ میں شریک ہوگئے حضور ﷺ نے تین دن تک متواتر روزہ رکھا اور چونکہ مہینے کا آخر تھا۔ تیسرے دن کی شام کو ہلال عید نمودار ہوگیا۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر چاند نہ نکلتا تو میں روزہ جاری رکھتا کسی نے آپؐ سے پوچھا کہ حضورؐ دوسروں کو وصال سے منع فرماتے ہیں اور خود حضورؐ کا عمل یہ ہے کہ لگاتار روزے رکھتے ہیں اس کے جواب میں حضورؐ نے فرمایا:۔

''میں رات گذارتا ہوں جب کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے''۔

ظاہر ہے کہ اس سے حضورؐ کا مطلب رُوحانی خوراک تھا۔ جو انسان میں بعض اوقات غیر معمولی طور پر بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی طاقت پیدا کر دیتی۔ اور اس لحاظ سے اس کو کھانے پینے کا بدل کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اب لوگوں کو یہ رُوحانی طاقت مُیسر نہیں آ سکتی۔ علاوہ ازیں اگر متواتر روزے رکھنے کی اجازت دی جاتی تو اس سے رہبانیت کی بنیاد پڑ جاتی جس کا اسلام حامی نہیں۔ اس ضمن میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ قرآن مجید کی رُو سے روزہ کھانے پینے سے اجتناب کا نام ہے۔ اور عرب کے ایسے گرم ملک کے اندر تین دن کھانے پینے سے رُکے رہنا ظاہر کرتا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے صحابہ غیر معمولی قوّت برداشت رکھتے تھے۔ اور خود حضرت نبی کریمؐ کی قوت برداشت تو اس سے بھی کہیں زیادہ تھی۔ یہ قوّت برداشت فی الواقعہ غیر معمولی روحانی قویٰ کی وجہ سے ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگرچہ سحری کا کھانا

لازمی قرار نہیں دیا گیا تاہم اس کی تاکید کی گئی ہے۔ اور اسے برکت کا موجب بتایا گیا ہے کیونکہ یہ انسان کو روزہ کی سختیوں کو برداشت کرنے کے قابل بناتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ سحری کھاؤ۔ کیونکہ سحری کے کھانے میں برکت ہے۔ سحری پوہ پھٹنے کے بالکل نزدیک کھائی جاتی تھی۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ سحری کھانے کے بعد وہ فوراً مسجد میں چلے جاتے تھے تاکہ صبح کی نماز میں شریک ہوسکیں۔ اور ایک اور صحابی کا بیان ہے کہ سحری کا کھانا ختم کرنے اور نماز صبح شروع کرنے کا درمیانی وقفہ اس قدر ہوتا تھا کہ انسان اس میں بمشکل پچاس آیات پڑھ سکے۔ بلکہ ہدایت دی گئی ہے کہ سحری کا کھانا پوہ پھٹنے کے جس قدر قریب ہوسکے کھانا چاہئے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ''بلالؓ کی اذان تمہیں سحری کے کھانے سے نہ روکے کیونکہ وہ ابھی رات ہی ہوتی ہے تو اذان دے دیتے ہیں'' تاکہ جو شخص تہجد پڑھ رہا ہے۔ وہ اپنی نماز ختم کرلے اور جو سو رہا ہے وہ اپنی نیند سے بیدار ہو جائے۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ سحری کا کھانا جاری رکھنا چاہئے جب تک کہ ابنِ اُم مکتومؓ نماز کے لئے اذان نہ دے۔ کیونکہ وہ نابینا تھے اور وہ نماز کے لئے اس وقت تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک (صبح اس قدر بیّن نہ ہوجاتی) کہ لوگ اُن کو پکار کر خود کہتے کہ ''پوہ پھٹ گئی ہے۔'' اور اگر اذان ہوجائے اور پوہ پورے طور سے پھٹ چکی ہو اور آدمی کے ہاتھ میں پینے کے لئے پیالہ ہو تو یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کے پینے سے رُک جائے بلکہ وہ اسے پی سکتا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الصیام باب الرجل سیمع النداء والا ناء علی یدھں) اور جہاں اس بات کی ہدایت دی گئی ہو کہ سحری کے کھانے میں ممکن سے ممکن تاخیر کی جائے۔ وہاں افطاری کے متعلق یہ حکم ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو افطار کیا جائے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ جب سورج غروب ہوجائے تو روزہ کھول دینا چاہئے۔ اور ایک اور حدیث کے مطابق ''جب تک لوگ افطار میں جلدی کریں فائدہ میں رہیں گے۔ بعض لوگ ستارے دیکھ کر روزہ کھولتے ہیں اس خیال سے کہ جب تک تاریکی نہ پھیل جائے رات واقع نہیں ہوتی، لیکن اس کی کوئی سند نہیں دکھائی دیتی۔

نیّت

روزہ رکھنے میں نیت کے متعلق بہت کچھ غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ نیت کے اصل معنے ہیں کام کرنے کا ارادہ۔ قصد یا منصوبہ کرنا۔ لیکن یہ غلط طور پر سمجھ لیا گیا ہے کہ نیّت خاص الفاظ دہرانے کا نام ہے جن سے یہ ظاہر ہو کہ آدمی ایسا اور ایسا کام کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ امام بخاری نے ایک باب کا یہ عنوان قائم کر کے نیت کا صحیح مفہوم بیان کیا ہے۔ عنوان یہ ہے من صام رمضان ایما ناواحتساباً و نیّۃ یعنے ''وہ جو روزہ رکھتا ہے ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے رضا چاہتے ہوئے اور نیّت رکھتے ہوئے۔'' اور اس کے ساتھ حدیث کا ایک حصّہ بیان کیا ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور جس میں بیان کیا گیا ہے کہ (قیامت کے دن) لوگ اپنے اپنے ارادوں کے مطابق اُٹھائے جائیں گے (علیٰ نیا تھم) سب سے پہلی حدیث جس سے امام بخاری نے اپنی کتاب کا افتتاح کیا ہے۔ نیت کے معنوں کی ایک مثال ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے انما الاعمال بالنّیات اعمال صرف ان اغراض پر رکھے جائیں گے جن کے ماتحت وہ سرانجام پائے۔ بناء علیہ اگر نیک کام کسی بُرے مقصد یا ارادہ سے کیا گیا ہے تو اس سے کام کرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ بعینہ یہی مقصد جیسا کہ امام بخاریؒ نے کہا ہے روزہ کی نیت کرنے میں مدّنظر رکھا گیا ہے یعنے جو شخص روزہ رکھتا ہے اُس کے پیش نظر کوئی مقصد یا ارادہ ہونا چاہئے۔ روزے کا مقصد پہلے بیان کیا جاچکا ہے اور قرآن مجید کی رو سے تقویٰ حاصل کرنا ہے اور قرب خداوندی کے حصول اور رضائے الٰہی کی تلاش کے لئے روزہ کو اپنے تمام افعال میں روحانی تربیت کا ذریعہ بنانا اور تمام برائیوں سے بچنے کے لئے اس سے اخلاقی تربیت حاصل کرنا ہے۔ صرف اسی

مفہوم میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ نیّت روزہ کی رُوح ہے۔ جیسا کہ یہ فی الحقیقت دوسرے تمام نیک اعمال کی روح ہے۔

نیت کی کوئی صورت قائم کرنا یا مقررہ الفاظ کے ذریعہ روزہ کا ارادہ ظاہر کرنا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ اور فی الواقعہ یہ ایک بے معنی بات ہے کیونکہ جو شخص روزہ رکھتا ہے وہ اس کا ارادہ ہی کر کے رکھتا ہے صرف نفلی روزہ کی یہ صورت کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے یوم عاشورہ کو دن کے وقت نقیب کو بھیج کر یہ اعلان کرا دیا کہ جن لوگوں نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا وہ اس دن روزہ رکھیں۔ اور ابوداوٗدؒ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے پوچھا کرتے تھے کہ گھر میں کچھ کھانے کے لئے ہے یا نہیں اور اگر کچھ نہ ہوتا تو وہ روزہ رکھ لیا کرتے تھے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضرت نبی کریمؐ پوچھا کرتے تھے کہ آیا گھر میں کچھ کھانے کو ہے؟ اگر کچھ نہ ہوتا تو حضورؐ روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔ نفلی روزوں کے لئے دن کے وقت روزہ کا ارادہ کرنا سمجھ میں آسکتا ہے مگر رمضان کے مہینے میں اس قسم کے ارادے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ اسے روزہ رکھنا ہے۔

کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

روزہ توڑنے کے لئے لفظ افطار آتا ہے۔ جو فَطرٌ سے ہے جسکے معنے ہیں کسی چیز کا لمبائی میں توڑنا یا پھاڑنا۔ اور جو چیزیں روزہ توڑتی ہیں انکو مفطرات کہتے ہیں۔

تین چیزیں جن سے انسان کو روزہ کی حالت میں اجتناب کرنا چاہئے کھانا پینا اور جماع ہے۔ اگر کوئی شخص برضا و رغبت خود یا ارادۃً ان میں کسی ایک کا سحری کے بعد اور غروب آفتاب کے وقت کے اندر اندر مرتکب ہوتا ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن اگر سہواً یا بے خبری سے ایسا ہو جائے تو روزہ قائم رہتا ہے اور اسے پورا کرنا چاہئے۔ پانی یا مسواک سے منہ صاف کرنے یا غرارے یا نتھنوں میں پانی چڑھانے سے اگر غیر ارادی طور پر کسی قدر پانی گلے میں چلا جائے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور نہ ہی غسل کرنے سر پر گیلا کپڑا رکھنے۔ یا سر پر پانی ڈالنے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔ خواہ ارادۃً گرمی کی شدّت کو دُور کرنے کے لئے ایسا کیا جائے۔ پچھ لگانے یا قے کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ اور عکرمہؒ کا بیان ہے روزہ کسی چیز کے پیٹ کے اندر جانے سے ٹوٹتا ہے نہ کہ کسی چیز کے باہر آنے سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے، کہ حضرت نبی کریم ﷺ روزہ کی حالت میں اپنی زوجہ محترمہ کا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ قبل از وقت ارادتاً روزہ توڑنے کی سزا کے متعلق اختلاف رائے ہے جیسا کہ اُوپر ''روزہ بطور کفّارہ'' کے عنوان کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔ قرآن اس کے متعلق ساکت ہے لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ توڑنے والے کی محض پشیمانی اور سچّی توبہ ہی کافی ہے۔ اگر کسی ابر والے دن اس خیال کے ماتحت کہ سورج غروب ہو گیا ہے روزہ کھول دیا جائے اور بعد میں سورج ظاہر ہو جائے تو روزہ پورا کرنا چاہئے۔ اگر کسی نے روزہ رکھا ہو اور سفر کرنا پڑ جائے تو روزہ توڑ سکتا ہے۔ بیماری کی حالت میں بھی یہی قاعدہ عائد ہوگا۔ نفلی روزہ کی حالت میں کسی مہمان کی خاطر داری یا کسی دوست کے اصرار پر روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔

روزہ کا اخلاقی پہلو

اب تک جو کچھ اُوپر بیان کیا گیا ہے وہ روزہ کی ظاہری افادیت سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن جیسا کہ ابتداء میں ذکر کیا جا چُکا ہے روزہ کی اصل رُوح اس کی اخلاقی اور روحانی اقدار ہیں۔ اور قرآن مجید اور احادیث نے اس پہلو پر خاص طور پر زور دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص جھوٹ اور بُرے کام نہیں چھوڑتا خدا کو اُس کے بھوکا پیاسا رہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات اسلام کے تمام احکام میں صحیح ہے۔ ایک شخص نماز پڑھتا ہے مگر نماز کا

اصل مقصد جو اس کی تہ میں مدنظر ہے اس کے پیش نظر نہیں اسکو کھلے لفظوں میں ناپسند کیا گیا ہے فرمایا:۔

ویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون

اُن نمازیوں کے لئے تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔''

ایک دوسری حدیث میں روزہ کے اخلاقی پہلو کا ان الفاظ میں ذکر آتا ہے۔ روزہ ایک سپر ہے۔ پس جو شخص روزہ رکھتا ہے وہ فحش باتیں نہ کرے اور نہ جہالت کی باتیں کرے۔ اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا گالی دے تو وہ اسے دو دفعہ کہہ دے کہ میرا روزہ ہے۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بُو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ کھانے پینے سے پرہیز کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ بُری باتوں اور برے کاموں اور گالی گلوج اور دوسرے تمام افعال قبیحہ سے پرہیز کا نتیجہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر روزہ دار کو کوئی بُرا بھلا بھی کہے تو وہ انتقامی طور پر بھی کوئی بُرا کلمہ زبان پر نہیں لاتا۔ بناء علیہ روزہ دار خواہشات نفسانیہ یعنی اکل و شرب اور جنسی شہوات پر قابو پانے سے صرف جسمانی تربیت ہی حاصل نہیں کرتا بلکہ تمام اقوال شنیعہ اور اعمال سیئہ سے پرہیز کر کے براہِ راست اخلاقی تربیّت حاصل کرتا ہے۔ یہ صرف جسم کی تربیت ہی نہیں جو اپنی جگہ ایک اخلاقی اہمیت رکھتی ہے بلکہ اس میں براہِ راست رُوحانی تربیت کا بھی سامان موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں جیسا کہ اس حدیث میں صریح لفظوں میں بیان کیا گیا ہے روزہ صرف کھانے پینے سے ہی باطل نہیں ہوتا بلکہ جھوٹ بولنے برا کام کرنے یا کسی اور قسم کے برے فعل سے بھی باطل ہو جاتا ہے۔

ماہ رمضان میں بنی نوع انسان سے نیکی کرنے کی تاکید کر کے روزہ کے ذریعہ تربیت کی اخلاقی اقدار کو اور بھی چار چاند لگا دئے گئے ہیں۔ اس بارے میں ایک حدیث میں حضرت نبی کریم ﷺ کی مثال بیان کی گئی ہے:۔

''حضرت رسول کریم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے اور سب سے بڑھ کر آپ کی سخاوت کا ظہور ماہ رمضان میں ہوتا تھا'' ایک اور حدیث میں ہے کہ:۔

''حضرت نبی کریم ﷺ رمضان شریف کی آمد پر ہر قیدی کو آزاد کر دیتے اور ہر سوالی کو خیرات دیتے تھے۔''

ایک تیسری حدیث میں رمضان کے مہینہ کو ایسا مہینہ بتایا گیا ہے جس میں بھوکوں اور غریبوں کی تکالیف کو دُور کرنا اشد ضروری ہے۔

یہ احکام اس حدیث کے معنوں کی وضاحت کرتے ہیں جس میں یہ بیان کیا گیا ہے:۔ ''جب رمضان کا مہینہ آجائے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔''

یہ روزہ رکھنے والے کی حالت کا نقشہ ہے جو جسمانی اور روحانی دونوں روزے رکھتا ہو اس کی اپنی حالت کے لحاظ سے شیاطین زنجیروں میں جکڑے جاتے ہیں کیونکہ وہ اُن جذباتِ ذمیمہ کو دباتا اور اُن پر فتح پالیتا ہے جن کو اُکسا کر شیطان انسان کو بدی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دوزخ کے دروازے اس پر بند کئے جاتے ہیں کیونکہ وہ تمام اُن برائیوں سے بچتا ہے جو انسان کے لئے دوزخ کا موجب ہوتی ہیں۔ بہشت کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں کیونکہ وہ نفسانی خواہشات سے بالاتر ہو جاتا اور بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص خدا پر ایمان رکھتے ہوئے، اور اس کی رضا جوئی کے لئے نیت (صادق) اور قصد (صحیح) کے ساتھ روزہ رکھے اس کے سارے پچھلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔'' اور اس میں ذرّہ بھر شک نہیں کہ اس حدیث میں روزہ کی صحیح تعریف کی گئی ہے۔ جب روزہ خدا پر صحیح ایمان کے ساتھ رکھا جائے اور روزہ دار رضائے الٰہی کے لئے بطور تربیت روزہ رکھے اور نیک مقصد اسکے سامنے ہو۔ تو یہ عملی طور پر

رجوع الی اللہ یا خدا کے حضور سچی توبہ کی صورت ہے اور جب انسان صدق دل سے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اس کے پہلے گناہ معاف کئے جاتے ہیں کیونکہ اس کی زندگی کا راستہ بدل جاتا ہے۔

ایک اور معنوں کے لحاظ سے بھی ماہِ رمضان میں روزہ دار کے لئے بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ماہِ رمضان انسان کے روحانی ارتقاء یا تقرب الی اللہ کے لئے خاص طور پر موزوں ہے۔ رمضان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

واذاسالك عبادی عنّی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ۔ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں اور دُعا کرنے والے کی دُعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔

یہاں ماہِ رمضان میں خصوصیت سے خدا کے قُرب کے دروازے کُھل جانے کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ قربِ خداوندی نماز اور دُعا کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اسی وجہ سے حضرت نبی کریم ﷺ ماہِ رمضان میں نماز تہجّد کا خاص طور پر اہتمام فرماتے تھے اور اپنے متبعین کو اسی ماہ مبارک میں رات کو جاگنے اور نماز ادا کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

اعتکاف

اعتکاف ''عَکَفَ عَلَیْہِ'' سے مشتق ہے اور اس کے معنے ہیں ''وہ ہمیشہ یا مستقل طور پر اس سے چمٹا رہا۔'' اور اعتکاف کے معنے لغوی طور پر ایک جگہ ٹھہرنا ہے اور اصطلاحی طور پر کچھ دنوں کے لئے بالخصوص ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں قیام کرنے پر یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک پُوری کتاب کتاب الاعتکاف اس موضوع کے لئے خاص کردی ہے جس میں حضرت نبی کریم صلعم کے عمل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان ایّام میں معتکف یعنے اعتکاف کرنے والا تمام دنیاوی علائق سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اشد ضرورت کے بغیر مثلاً قضائے حاجت یا غسل وغیرہ کی ضرورت کے بغیر مسجد سے نہیں نکلتا۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے لئے عموماً صحن مسجد میں خیمہ نصب کر دیا جاتا تھا۔ عورتوں کو بھی اعتکاف میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ معتکف کے پاس دوسرے لوگ اور اسکی بیوی ملنے کے لئے آسکتی ہے۔ ایک حدیث کی رُو سے اُس کو بیمار کی عیادت کی بھی اجازت ہے۔ اعتکاف دوسرے دنوں میں بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن رمضان کے آخری دس دنوں کا حدیث میں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی اعتکاف کا ذکر ماہ رمضان کے ضمن میں آتا ہے۔

لیلۃ القدر

ماہِ صیام کے آخری عشرہ کی ایک رات کو لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔ لفظ لیل یا لیلۃ کے معنے رات کے ہیں۔ اور قدر کے اصل معنے ہیں ناپنا۔ لیلۃ القدر کے معنے باعظمت رات کے آئے ہیں ۔قرآن مجید میں اس کا دو دفعہ ذکر آتا ہے۔ سورۃ القدر میں تین دفعہ الیلۃ القدر کے الفاظ آئے ہیں:۔

انّا انزلنه فی لیلة القدر o وما ادراك ما لیلة القدر o لیلة القدر خیر من الف شهر o تنزل الملئكة والرّوح فیها باذن ربهم من كل امرٍ o سلام هی حتّی مطلع الفجر۔

''ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اُتارا اور تجھے کیا خبر کہ لیلۃ القدر کیا ہے لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور رُوح اپنے رّب کے اذن سے ہر امر (خیر) لئے ہوئے اُترتے ہیں۔ سلامتی، یہ فجر کے طلوع تک ہے۔''

اس سورت میں اس رات کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل کیا گیا اور یہ بھی ذکر ہے کہ وہ رات ہے جس میں ملائکہ اور تاثیرات روحانی یا الہامِ الٰہی نازل ہوتے ہیں۔ سورۂ دخان میں بھی اس کا ذکر آیا ہے جہاں اس کو لیلۃ

مبارکہ فرمایا:۔

حٰمٓ o والکتٰب المبین o انّا انزلنٰہُ فی لیلۃٍ مُبٰرکۃٍ انّا کنّا منذرین o فیھا یفرق کُل امرٍ حکیم o اَمرٍ من عنۡدنا ط

اللہ بے انتہاء رحم والا۔ کھول کر بیان کرنے والی کتاب گواہ ہے ہم نے اسے ایک بابرکت رات میں اتارا ہے ہم ہمیشہ ڈراتے رہے ہیں پھر حکمت کی بات کا اس میں فیصلہ کر دیا جاتا ہے ہماری طرف سے حکم ہوتا ہے۔''

ظاہر ہے کہ دونوں جگہ یہ ذکر آتا ہے کہ قرآن مجید اس رات نازل ہوا۔ اور دوسری جگہ ذکر آتا ہے کہ قرآن ماہِ رمضان میں نازل ہوا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رات ماہِ رمضان میں واقع ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے اس رات میں نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا نزول اس رات کو شروع ہوا بالفاظ دیگر اس رات سب سے پہلی وحی حضرت نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس کو ''اندازہ کی رات'' قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں دنیا کے لئے ایک نئی وحی کی بُنیاد رکھی گئی ہے جس میں ہر ایک حکم (اَمر) پایا جاتا ہے جو حکمت اور علم پر مبنی ہے۔ اور اسی لحاظ سے اس کو لیلۂ مبارکہ یا لیلتہ القدر یعنی برکت والی یا عظمت والی رات فرمایا ہے۔ لہذا یوں کہا جا سکتا ہے کہ لیلتہ القدر قرآن مجید کی سالگرہ ہے۔

جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے رمضان شریف کا آخری عشرہ خاص طور پر عبادت کے لئے مختص ہے۔ یہاں تک کہ اگرچہ اسلام رُہبانیت کا حامی نہیں مگر ان دس دنوں میں ایک مسلمان کو اجازت ہے کہ تمام دنیاوی علائق سے منقطع ہو کر خانۂ خدا میں ایک راہب کی طرح قیام کرے متعدد احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں۔ یا آخری راتوں میں اس رات کو تلاش کرنا چاہئے۔ بعض احادیث کی رُو سے یہ ماہِ رمضان کی پچیسویں۔ ستائیسویں یا اُنتیسویں رات میں سے ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے بعض صحابہ کو لیلتہ القدر آخری سات راتوں میں رویا میں دکھائی گئی۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ لیلتہ القدر کا نظر آنا ایک رُوحانی تجربہ ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم کا یہ ایک رُوحانی تجربہ تھا اس لئے یہ خیال کرنا غلط ہے کہ یہ جسمانی تجربہ کے طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ یا یہ کہ کوئی جسمانی تغیر اس رات مشاہدہ میں آتا ہو۔ یہ اس انسان کے لئے ایک رُوحانی تجربہ ہے جو رمضان کے مُبارک مہینہ میں خدا کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو ریاضت شاقہ کے لئے وقف کر دیتا ہے۔

گویا روزہ دار روزہ رکھ کر اپنے اس عزم کا اظہار کرتا ہے کہ اللہ کی رضا کی خاطر اگر اس کو انتہائی ضروری اور جائز چیزوں کو چھوڑنا بھی پڑے تو وہ اس سے دریغ نہیں کرے گا روزہ اسی قربانی کا سبق ہے۔ اس دنیا میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک جائز چیز بھی آدمی کے لئے ناجائز بن جاتی ہے اور ایک مطلوب چیز بھی نامطلوب کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے جو لوگ اس اعلیٰ وارفع ایمانی درجہ پر پورے اترتے ہیں ان کے لئے اللہ کے یہاں اتنا بڑا اجر ہے جس کا نہ کوئی شمار ہے اور نہ کوئی حساب۔

روزہ کے بے شمار فضائل ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے ہمیں انہیں چند احادیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب روزہ دار کے منہ کی بو کی قدر و قیمت رب العلمین کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے تو اور سارے نیک اعمال جو روزہ کی حالت میں روزہ دار کرتا ہے ان کا کیا حال ہوگا۔

لہٰذا مسلمان بھائیو! سے گذارش ہے کہ ماہ رمضان المبارک جو ہمارے پاس مہمان بن کر آیا ہے ہم ہر طرح سے اس کا عزّت واحترام کریں روزہ کے علاوہ تہجد درس قرآن نفلی نمازیں زکوٰۃ وخیرات اور ہر طرح کے نیک اعمال سے حتی الامکان دریغ نہ کریں تاکہ یہ مہینہ ہمارے لئے باعث برکت ورحمت ہو اور ہم ان انعام وفضائل کے حقدار ہوسکیں جو اللہ تعالیٰ نے اس بابرکت مہینہ میں رکھی ہیں۔

☆☆☆

روزے کی فرضیت

ادارہ

روزہ کی فرضیت قرآن پاک سے ثابت ہے لیکن اس کا طریقہ رسول اللہ ﷺ سے سیکھنا واجب ہے۔ کیونکہ جو عبادت سنت کے مطابق نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور قابل قبول ہی نہیں بلکہ باعث عذاب بھی ہے۔

انسان کی فطری صلاحیتوں اور قوتوں کے ابھرنے اور نشوونما پانے کے لیے تعلیم وتربیت کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے علاوہ عام طور پر ذہنوں پر مادی پہلو کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ آدمی کے لئے یہ حد درجہ مشکل ہوتا ہے کہ وہ چیزوں کو ان کی فطری پاکیزگی میں دیکھ سکے اور زندگی کی اہم قدروں اور بیش قیمت حقیقتوں کو سمجھ سکے۔ روزہ ایک مقدس عبادت اور ہماری روحانی اور اخلاقی تربیت کا ایک بہترین ذریعہ ہے، روزہ کا اصل مقصد طہارت روح اور تقویٰ ہے جیسا کہ قرآن پاک نے اس کی فرضیت کے حکم کے ساتھ ساتھ ہی اس کے مقصد کا تعین بھی فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تمہارے اندر پرہیز گاری پیدا ہو۔ (البقرہ:۱۸۳)

روزوں کی فرضیت کے سلسلے میں اس آیت میں پچھلی امتوں کا حوالہ، امت محمدیہ کی آسانی اور شفقت کے پیش نظر دیا گیا ہے تاکہ وہ اس میں کوئی گرانی اور مشکل محسوس نہ کریں کیونکہ انسان کے لیے وہ عمل نفسیاتی طور پر آسان ہو جاتا ہے جب اس کے علم میں یہ بات آتی ہے کہ اسے تو مجھ سے پہلے بھی بہت سے لوگ کرتے آرہے ہیں اس آیت سے روزے کی فرضیت اور مقصد دونوں ثابت ہوگئے، یعنی روزے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہم متقی بن جائیں اور ہمارے اندر ایک ایسا سلیقہ پیدا ہو جائے کہ نفس پر ہمیں پورا پورا اختیار اور اس پر ہماری حکومت ہو، تاکہ ہم اس کے حاکم اور وہ ہمارا محکوم بن جائے۔ متقی عرف شرع میں وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو ہر اس چیز سے بچائے رکھے جو آخرت میں نقصان دہ اور ہلاکت کا باعث ہو، جو اپنے دامن کو شرک وبدعات، معصیت وگناہ سے بچا کر عذاب الٰہی سے دائمی چھٹکارا حاصل کرلے اور حق کی طرف مائل ہو جائے، حرص وہوس کو ترک کردے۔ روزہ جس طرح پہلی امتوں پر فرض رہا ہے اسی طرح امت محمدیہ پر بھی فرض ہے۔ روزہ کے ذریعے کھانے پینے اور جنسی شہوات سے روکنے کا مقصد انسان میں تقویٰ اور خوف پیدا کرنا اور اسے دوسروں کی مشکلات کا احساس دلانا ہے، اسی لیے نہ صرف روزہ ماہ رمضان میں فرض کر دیا گیا ہے بلکہ متعدد مواقع پر بطور نفل اس کے اہتمام کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ جن لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بلند درجات، مغفرت اور اجر عظیم کا انتظام کیا ہے، ان کی خوبیوں اور اوصاف میں دیگر نیک کاموں کے علاوہ روزے کا بڑے اہتمام سے ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''یقیناً جو مرد اور عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں، مطیع ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔ (الاحزاب:۳۵)

ایک موقع پر سرکار دوعالم نے فرمایا: اے نوجوانو! تم میں سے جس کے پاس استطاعت ہو وہ شادی کرلے، کیونکہ نکاح نگاہ نیچی رکھنے میں بڑا معاون ہے، شرمگاہ کی حفاظت کا بہترین سامان ہے۔ اور جس کے پاس نکاح کی استطاعت نہ ہو وہ پابندی سے روزے رکھے، روزہ اس کی شہوت کا بہترین تریاق ہے۔ (بخاری)

روزہ ایسا نیک عمل ہے جو بندے کو جنت تک پہنچا کر رہتا ہے، حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے ایسا کام بتادیں جس پر عمل کر کے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''روزہ رکھا کرو، اس جیسا کوئی دوسرا عمل نہیں ہے۔'' (نسائی)

ان فضیلتوں کو جان لینے کے باوجود بھی کوئی بدنصیب، بدبخت اور قسمت کا مارا ہی ہوگا جو اپنی آخرت کو نہ سنوارے، بلکہ صحت مند، تندرست اور توانا ہونے کے باوجود روزہ نہ رکھے۔

جو شخص رمضان میں نماز نہ پڑھے، نہ روزہ رکھے، نہ رات کو قیام کرے، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر سے کنارہ کش رہے، حضرت جبریلؑ اس پر لعنت بھیجتے ہیں، اور سرکار کائنات آمین فرماتے ہیں۔ غور کریں کہ ایسے شخص کا کیا انجام ہوگا۔ رمضان کے بدعمل کے لیے یقیناً جہنم کا دروازہ کھلا ہے۔ مسلمانو! اللہ سے ڈرو، اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، ماہ رمضان میں اللہ کے باغی اور سرکش بن کر بدنصیب نہ بنو، رحمت اور برکت کے مہینے میں اللہ تعالیٰ کی بخشش کے اعمال سے اپنی عاقبت سنوار لو کہ دنیا میں آنے کا مقصد ہی یہی ہے۔

☆☆☆

روزہ کے فضائل

از خواجہ کمال الدین صاحب

حقیقت میں اسلام نے اپنی معقول تعلیم کے ذریعے انسان کو نہ صرف ان چیزوں سے روکا ہے۔ جو اس کے لیے حرام ہیں۔ بلکہ بعض حالات کے ماتحت دوسروں کی خاطر حلال چیزوں کے استعمال سے بھی منع کیا ہے۔ اس انسان کے لیے جو اسلام کی تعلیم کے ماتحت اپنے دنیوی مقبوضات اور تعلقات کو مذکورہ بالا نقطہ خیال سے دیکھنے کا عادی ہے معبود حقیقی کے خاطر اپنا سب کچھ لٹا دینا اور ایثار اور قربانی کی ایک زندہ مثال بن جانا ذرہ بھر دشوار نہیں۔ ایسے انسان کے لیے جو اپنے پسینہ کی جائز کمائی کو دوسروں کی خاطر بلا خوف وخطر خرچ کر ڈالتا ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ دوسروں کا مال غصب یا چوری سے حاصل کرنے کی جرات کرے گا۔ اسلام نے یہ سنہری سبق روزہ کی شکل میں تلقین کیا ہے۔ اپنی حیثیت کے موافق ہر شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ پیٹ بھر کر کھائے اور پئے مگر ایک مسلم محض خدا کی خوشنودی کے لیے ایک متعین وقت تک کھانے پینے سے بھی احتراز کرتا ہے۔ پس ایسے شخص کے لیے تمام اوقات میں بھی معاملات خورد ونوش میں حد اعتدال سے تجاوز کرنا ناممکن ہو جاتا ہے اسی طرح وہ انسان جو بیوی کی صحبت سے لطف خیز ہونے کا حقدار ہو کر ماہِ رمضان المبارک میں ارادتاً اس حق سے مجتنب رہتا ہے۔ تو اس نے حقیقت میں غیر محرموں کو شہوت آلود نظر سے نہ دیکھنے کی طاقت پیدا کر لی ہے۔ پس نماز روزہ اس سیڑھی کے پہلے درجے ہیں۔ جن پر چڑھ کر ایک مسلم اللہ تعالیٰ کی طرف صعود کرتا ہے۔ آپ بے شک دُنیا کے نوے فیصدی جرائم پر غور کر لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان سب کا علاج پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والتحیہ کے ان الفاظ میں بخوبی مل جائے گا۔ ''اگر لوگ صرف ان چیزوں کے صحیح استعمال کی ذمہ داری لے لیویں۔ جو اُن کے دونوں ہونٹوں اور پاؤں کے درمیان ہیں۔ تو میں ان کے جنت میں داخل ہونے کا ذمہ دار ہوں'' اسلام روزہ کے ذریعے ایسی بیماریوں کا علاج کرتا ہے۔ روزہ سے مُراد صرف جسمانی صعوبتوں کو برداشت کرنا نہیں بلکہ روزہ تمام ناجائز خواہشات سے کنارہ کشی سکھلاتا ہے۔ اور اس کی اہمیت کو جتلا دینے کے لیے معین وقت تک ہمیں اپنی جائز خواہشات کی پیروی سے بھی روک دیتا ہے۔ مسلمانوں کے ہاں قمری مہینوں میں ماہِ رمضان المبارک روزوں کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ دُنیا کے تمام مسلمان اس مہینہ کو مقدس خیال کرتے ہیں۔ اور اس میں روزے رکھتے ہیں۔ روزوں کا حکم صرف اسلام ہی سے مختص نہیں۔ بلکہ دُنیا کے ہر مذہب نے کسی نہ کسی رنگ میں اپنے متبعین سے اس کی مشق کرائی ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے اپنے زمانہ میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو گو کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ مگر روزوں کے فلسفہ اور دانش کے قائل ہیں۔

اسلام اور دوسرے مذاہب میں فرق صرف یہ ہے کہ جہاں اسلام دوسرے مذاہب کے ساتھ بہت سی باتوں میں شریک ہے۔ وہاں وہ کچھ خاص احکام جاری کرتا ہے۔ جو اُس کے روزہ کو دیگر مذاہب عالم کے روزوں سے مُتمیّز کر دیتے ہیں اور روزوں کے مفہوم کو ''بھوکا مرنے تک'' محدود نہیں رکھتے۔ بلکہ اس میں ایسے عجائبات بھر دیتے ہیں۔ جو مفاد انسانی کے لیے ایک بڑی طاقت ہیں۔ ماہ صیام کا آغاز تمام دنیا کے مسلمانوں کی روزانہ زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ اس مبارک مہینہ میں خورونوش

کا یہ طریق ہے کہ سورج نکلنے سے پہلے یعنی سحری کے وقت کھانا کھالیا جاتا ہے۔ پھر غروب شمس تک کھانے پینے سے مطلق اجتناب کیا جاتا ہے۔اور تمام مہینہ یہی دستور العمل رہتا ہے۔دیگر مذاہب میں روزہ رکھنے کا قریب قریب یہی طریق ہے۔مگر بعض مذاہب خاص اجناس کو ترک کرنا روزہ سمجھتے ہیں۔مثلاً پھل وغیرہ اور ان کے رس کو جائز سمجھا جاتا ہے مگر اسلامی روزہ کھانے پینے سے مطلق پرہیز کا نام ہے۔علاوہ ازیں اسلام چند اور احکام نافذ کرتا ہے۔جس سے روزہ کے معنی صرف بھوکا رہنا ہی نہیں رہ جاتا۔شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ نے بارہا ارشاد فرمایا ہے کہ روزہ صرف کھانے پینے کو ترک کر دینے کا نام نہیں ہے اسی طرح قرآن کریم کی واضح آیات مفہوم صوم کی تشریح کرتی ہوئی صاف بتلاتی ہیں کہ روزہ کی اصل غرض اِنسانی اخلاق اور روح کی تربیت ہے۔

بدی اور گناہ سے بچانے کا بہترین طریق قرآن کریم نے تجویز کیا ہے کہ انسانوں سے ماہ رمضان میں اِن چیزوں کو بھی ترک کرنے کی مشق کرائی ہے۔جن کا استعمال دیگر اوقات میں جائز ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔پس اِس طریق سے انسان کے لیے بدی سے رُکنا آسان ہو جاتا ہے۔کیونکہ وہ جائز اور حلال چیزوں سے بھی رکھنے پر قادر ہو چکا ہے۔روزہ کے ایام میں انسان کو اِن تعلقات سے بھی کنارہ کشی کرنی ہوتی ہے جو زناشوئی کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔اور شہوت کے ہر قسم کے اظہار سے مجتنب رہنا ہوتا ہے پس اسلامی روزہ جس طرح پیٹ کو معین وقت تک خالی رکھنے کا نام ہے۔اسی طرح آنکھ کان، اور دیگر جوارح کو ایک باقاعدگی اور نظام کے ماتحت کے رکھنے کا نام بھی ہے غرضیکہ ہر قسم کی جسمانی خواہش کا مغلوب ہوکر انسانی عقل کے ماتحت ہوجانا روزہ کی عبادت کی اصل غرض اور مقصد ہے۔سُنت نبوی کے مطابق ایک مسلم نہ صرف اپنے جوارحِ عمل و تخیل کو ناجائز باتوں سے مجتنب رکھتا ہے۔ بلکہ انہیں قابل تحسین امور کے حصول میں مستعمل و مامور کرتا ہے۔وہ شخص جو اپنے کو روزہ دار کہتا ہے مگر اپنی آنکھوں کو شہوانی نظاروں سے نہیں بچاتا۔ وہ ارکان روزہ کی ہرگز ہرگز پابندی نہیں کرتا۔ایسا ہی جو آدمی خرافات سنتا یا بکتا ہے۔اور اس کے اعضا و جوارح افعالِ شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہیں وہ غلط کار ہے۔اور روزہ کے تقدس کو پائمال کرتا ہے۔ اسلام بُرے خیالات اور جذبات پر لعنت بھیجتا ہے۔اسلام اپنے پیروؤں کو اپنی تمام اعلیٰ و صحیح قوتوں کو جو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی تعلیم دیتا ہے یہی باعث تھا کہ رسول اکرم صلعم اپنی فطرتی طبع کریم کے باوجود ماہ رمضان میں نہایت درجہ کے حلیم الطبع و کریم النفس ہو جایا کرتے تھے۔رمضان میں وہ سب سے بڑھ کر فیاضانہ سخاوت کیا کرتے تھے۔قرآن کریم انسانی جذبات مثل غصّہ وغیرہ کے دبانے کے لیے یہی طریقہ تجویز کرتا ہے۔ ''**والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین.**'' یعنی مسلم صادق وہی ہے جو اپنے غصّہ پر قابو رکھتا ہے۔اور عفو سے کام لیتا ہے بے شک اللہ نیکوکاروں کو چاہتا ہے۔'' اس میں شک نہیں کہ ہمارے جذبات کا منبع ہماری مختلف فطرتی خواہشات ہیں۔اور ان پر پورا پورا قادر ہونا ایک نہایت دشوار امر ہے۔مگر ان کا صحیح محل استعمال بنی نوع انسان کے لیے ایک غیر معمولی اور بے حد نفع کا موجب ہوسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے ہر شخص کو حکم دیا ہے کہ وہ نہ صرف اپنے غصّہ کو قابو میں رکھے۔بلکہ اس آدمی پر جو اس کا موجب بنا ہو کچھ نہ کچھ تلطف کرنے کی مشق کرے۔خصوصاً حالت روزہ میں مسلم کا ایسا کرنا............احکام روزہ کی تعمیل کا ایک جزو ہے۔نیز اپنے مال و متاع سے مسلم کو نہایت فیاضانہ طور سے دوسروں کی حاجت براری کرنی چاہئے۔ رمضان میں تمام دیگر صفات حسنہ کو معرض عمل میں لانے کی تاکید خصوصیت کے ساتھ کی گئی ہے۔وہ مہینہ جو اس قسم کے جود و سخا اور اعمال صالحہ میں بسر ہو۔ یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ تمام سال کے لیے عمدہ نتائج نہ پیدا کرے۔یہی بات انسان کی ہر دوسری قوت کے متعلق صادق

آتی ہے۔ علاوہ ازیں اگر نیکی کرنے کا شوق انسان میں مکارم اخلاق پیدا کرسکتا ہے تو روزہ جیسے نظام و باقاعدگی پر عملدرآمد لازماً محکم اخلاق پیدا کرے گا۔

بدقسمتی سے ایسے احکام جیسے روزہ وغیرہ عیسائی دُنیا میں ہمیشہ توبہ کرنے اور جسم انسانی کو باداش گناہ میں انواع واقسام کی عقوبتوں میں ڈالنے کے طریقے متصور کیے گئے ہیں۔ اور عیسائی لوگ انہیں عہد نامہ عتیق کا ایک اصول خیال کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے نزدیک اس قسم کے مذہبی مسائل ایک مطلق العنان سرکش ہستی کے صحیح اور واجب احکام ہیں جو وہ عامتہ النّاس پر مذہب کے پردے میں نازل کرتا رہتا ہے اور اپنی مخلوق کو اس قسم کی تکلیف دینے سے محظوظ ہوتا ہے۔ اور چونکہ مسیحی مذہب کے مطابق انسان اس بھاری کام یعنی قانون کے بوجھ کے متحمل ہونے کے ناقابل تھا۔ اس لیے شریعت اس کے لیے ایک لعنت کا طوق بن گئی۔ لہٰذا یسوع مسیح انسانیت کو اس کے ضرر رسان اثر سے محفوظ رکھنے کے لیے مبعوث ہوا۔ ایک نہایت شدید سزا اس انسانوں کے محسن کو بھگتنی پڑی۔ تاکہ ہمیں ہر طرح کے مذموم توبہ کے طریقوں اور دیگر جسمانی تکلیفوں سے نجات دلائے۔ پس حصول نجات کے لیے اب ایک نیا عہد نامہ مترتب ہوا۔ جس پر ’’خون‘‘ نے تصدیق کی مہر ثبت کی۔ بے شک یہ دینیات کا سخت غلط مفہوم ہے۔ مذہب کی ملّت نمائی ہماری اخلاقی حالت کی اصلاح ہے۔ اگر احکام روزہ کی تعمیل جیسا کہ اسلام بیان کرتا ہے اس اصلاح کو پیدا کرتی ہے۔ تو کیا کوئی کفارہ یا شفاعت احکام روزہ کی تعمیل کی قائم مقام ہوسکتی ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اسلامی روزہ نہ تو کوئی بڑی جسمانی تکلیف ہے۔ اور نہ ہی ظالمانہ طریقہ سے بھوک سے مرنے کا نام، روزہ ایک ایسا قبیح منظر نہیں ہے جسے ایک سفاک خود مختار حاکم کی وحشی آنکھیں نظارہ گیر ہوکر مسرور ہوتی رہیں۔ یہ کسی گناہ کی شفاعت نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کسی دردناک تکلیف کو اس سے واسطہ ہے، روزہ ہمارے اخلاق کی اصلاح کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اور انسان کے لیے ایک ارفع اخلاقی نصب العین۔ کیا ہم سب اس امر سے واقف نہیں ہیں کہ روزہ ہمیں صبر و استقلال جیسے وقت پر کام آنے والے اسلحہ سے مسلح کرتا ہے؟ اگر ہم عزم کار کو انسان میں سب سے بڑھی ہوئی اخلاقی صفت قرار دیتے ہیں۔ تو ہر صحیح الاصول مذہب کا یہ بہت بڑا فرض ہے کہ وہ اس صفت کو صرف ہمارے دماغ و تخیل تک ہی محدود نہ رکھے۔ بلکہ اس کے حصول کے لیے جو ممکن طریقے ہوسکتے ہیں ان سے آگاہ کرے۔ اسلام نے صرف دُنیا کو یہی نہیں بتلایا کہ انکسار اور شرافت دو اعلیٰ صفات ہیں۔ بلکہ اس نے ہمیں وہ اصول بھی سکھلائے ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے ہم ان صفات کے مالک ہوسکتے ہیں۔ روزہ کو اسلام نے ان ذرائع میں سے ایک ذریعہ قرار دیا ہے۔ حدیث شریف ہے۔ **الصوم نصف الصبر** یعنی روزہ نصف صبر ہے۔

میں کہتا ہوں۔ اگر روزہ کی تعریف کو صرف کھانے پینے سے اجتناب ہی تک محدود رکھا جائے۔ تو بھی کوئی شخص اس مفید اور قیمتی عبادت کی اہمیت کا انکار نہیں کرسکتا۔ تمام دُنیا جانتی ہے کہ وہ لوگ جو دسترخوان کی انواع واقسام کی نعمتوں اور اکل وشرب کی مختلف شکلوں کی خاطر اپنا تمام متاع انسانی بیچ چکے ہیں کس قدر ڈاکٹروں اور طبیبوں کے منت گزار رہتے ہیں۔ اور کس کس جسمانی عوارض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے روزہ اِکسیر کا حکم رکھتا ہے علاوہ ازیں پیٹو انسانوں میں خطرناک طور پر سفلی جذبات مشتعل ہوتے ہیں۔ اور انہیں مختلف قسم کی برائیوں کی طرف مائل کرتے رہتے ہیں۔ جن سے ایک پاکیزہ خصال اِنسان بدی کی طرف طبعاً مائل نہیں ہوتا۔ اگر یہ بات صحیح ہے۔ اور یقیناً صحیح ہے۔ تو کیا پیغمبر خدا صلعم کے یہ الفاظ صداقت اور راستی کا ایک دفتر نہیں ہیں؟ کہ ماہ رمضان میں تمام شیطان مقیّد ہوجاتے ہیں۔

☆☆☆

روزہ تمام انبیاء اور صلحاء کی آزمودہ عبادت ہے

حضرت مولانا صدر الدین صاحب

یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیّام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقونo

اِس آیت میں چار مضمون ہیں پہلا مضمون یہ ہے کہ **یاٰیھا الذین اٰمنوا**۔ اے ہمارے دوستو! جنہوں نے ہمیں مان لیا ہے اور جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے ہو ہم تم سے ایسی بات کہنا چاہتے ہیں جس میں تمہاری بھلائی ہے۔ یہ پہلا حصہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہمیں قوم کو، جماعت کو کسی فرد کو بیٹے کو اور بیٹی کو کس طرح مخاطب کرنا چاہئے۔ دیکھئے خدا زمین وآسمان کا بادشاہ ہے۔ اور اپنی ذات میں غنی ہے۔ کوئی حاجت نہیں رکھتا۔ باوجود اِس شان وشوکت اور کبریائی کے ہمیں یوں مخاطب فرماتا ہے کہ اے ہماری ہستی کے ماننے والو اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے والو! یہ فرما کر زمین وآسمان کے بادشاہ نے ہم عاجز بندوں سے تعلق جوڑا ہے۔ پھر ایک بات کہی ہے:

وہ بات یہ ہے: **کتب علیکم الصیّام**۔ ہم نے روزے رکھنا تم پر فرض قرار دیا ہے۔ یہ عبادت شاقہ ہے۔ اس میں مشقت ہے۔ اس کو نرم کرنے اور بندوں کو تیار کرنے کے لیے اپنا تعلق جتلاتا ہے کہ ہمارا تمہارا تعلق ہے۔ ہم بادشاہ ہیں۔ تم مخلوق ہو اور مربوب ہو۔ ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہاری معیشت کے وہ سامان پیدا کیے ہیں جو تمہارے جسموں کے لیے ضروری ہیں۔ ہم تمہاری روحانی تربیت کے لیے ایک بات کہتے ہیں۔ بظاہر اس کے اندر مشقت نظر آتی ہے لیکن یہ نہایت مفید ہے اور اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہے۔

کما کتب علی الذین من قبلکم۔ تم سے پہلے جس قدر انبیاء آئے اور جس قدر قوموں کے رہنما پیدا ہوئے ان سب نے روزے رکھے ہیں۔ اور اس عبادت شاقہ کا تجربہ کیا ہے۔ انہوں نے اس کو مفید پایا ہے ہمیشہ تجربہ شدہ چیز پر یقین کیا جاتا ہے کہ یہ ہمارے لیے بھی مفید ثابت ہو گی۔

میرے دیکھنے کی بات ہے۔ ڈاکٹر ایک ننھے سے بچے کو ٹیکا لگا رہا تھا۔ وہ روتا اور چلاتا تھا۔ مگر ڈاکٹر نے اس کی پرواہ نہ کی اور ٹیکا لگا دیا۔ اس کو دلاسا دیا کہ ڈرو نہیں اس سے تکلیف نہیں ہو گی تمہیں آرام ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ تجربہ شدہ چیز پر عمل کرنے کے لیے انسان تیار ہو جاتا ہے اگرچہ وہ کسی قدر ناگوار یا تھوڑی سی تکلیف کا موجب ہو یہی بات روزہ کے متعلق فرمائی کہ روزہ اور اس کی افادیت تجربہ شدہ ہے۔

اقوامِ سابقہ کے تمام انبیاء اور پیشرؤوں نے روزے رکھے ہیں۔ اس کی افادیت یہ ہے کہ اس سے قرب الٰہی میسر آتا ہے۔ فرمایا کہ اسی افادیت کی وجہ سے تم پر روزے رکھنا فرض قرار دئے ہیں **لعلکم تتقون** تم اس سے متقی ہو جاؤ گے۔ یعنی خائف خدا اور خادم مخلوق بن جاؤ گے۔

قرآن کریم بار بار اور کئی رنگوں میں بیان فرماتا ہے کہ اسلام دین واحد ہے جس کی تلقین تمام انبیاء نے کی ہے ایک جگہ فرمایا: **مصدق لمابین ایدیھم** اور فرمایا **ولقد وصینا الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم وایا کم ان اتقوا اللّٰہ**۔ ہم نے تم سے پہلے لوگوں کو بھی جنہیں کتاب دی گئی وصیت کی تھی اور یہی

وصیت تمہیں بھی کی ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور فرمایا **ولقد اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنبیّین من بعدہ**۔ اسی طرح **کما کتب علی الذین من قبلکم** میں یہی ظاہر فرمایا ہے روزہ رکھنا ہر نبی نے سکھایا ہے۔ غرض اصولِ دین ایک سا ہے اور دینِ اسلام انہی چیزوں کی تلقین کرتا ہے جن کی تلقین پہلے انبیاء کرام نے کی ہے۔

روزہ کی غرض کیا ہے؟ بغیر غرض کے کوئی بادشاہ حکم جاری نہیں کرتا۔ روزہ کی غرض ہے **لعلکم تتقون**۔ ہم تقویٰ کی راہ سکھانا چاہتے ہیں۔ تم یہ یقین کر کے کہ خدا ہم کو ہر جگہ اور ہر وقت دیکھتا ہے اس کے حکم سے کھانا پینا چھوڑ دیتے ہو۔ سردی کے موسم میں سارا دن چائے تک نہیں پیتے۔ گرمی کے موسم میں برف کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔ ٹھنڈا پانی بھی استعمال نہیں کرتے کیونکہ یقین ہے کہ خدا دیکھتا ہے۔ چھ سات سال کے بچے جب روزہ رکھتے ہیں۔ ماں باپ کو عصر کے وقت فکر ہو جاتی ہے کہ بچہ بھوکا نہ رہے۔ کچھ کھا پی لے۔ پیسے دیتے ہیں کہ جاؤ بازار کی سیر کر آؤ۔ مگر وہ کچھ خرید کر کھانے پینے کے بغیر پیسے واپس لے آتا ہے۔ وہ روزہ کو توڑ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اسی یقین سے قربِ الٰہی میسر آتا ہے۔

انسان کی کچھ خواہشات، کچھ ضروریات ہیں۔ اور کچھ حیوانی خواہشات ہیں۔ لیکن روزہ میں خدا کے حکم کو سامنے رکھتے ہوئے وہ اپنی تمام خواہشات کو ٹھکرا دیتا ہے۔ اور حلال طیب چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ مہینہ بھر یہ مشق کی جاتی ہے کہ خدا کے حکم سے فلاں وقت سحری کھاؤ اور فلاں وقت افطار کرو۔ مہینے بھر کی مشقت سے ایمان و عمل کے نقوش دل پر ثبت ہو جاتے ہیں اور ایسا کرنے سے تقویٰ کا سبق اچھی طرح سے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

تقویٰ کیا ہے؟ انسان کے دل میں یہ نقش پکا ہو جائے کہ خدا کا قرب کرنے کے لیے اس کے حکم کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ اور جس بات سے خدا تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اس سے رکنا ہے۔ ان **لایراک مولاک حیث نھاک**، تقویٰ یہ ہے کہ تمہارا خدا تمہیں وہاں نہ دیکھے جہاں جانے سے اُس نے منع کیا ہے۔ اس مجلس میں نہ جائے جہاں جانے سے خدا کے حکم کی نافرمانی ہوتی ہے۔ یعنی تقویٰ خدا کی رضا حاصل کرنے کا سبق دیتا ہے۔ اور جس چیز سے اس نے منع کیا ہے اس سے اجتناب کرنے کو کہتا ہے۔ ڈاکٹر اور طبیب کہتے ہیں کہ فلاں چیز نہ کھاؤ۔ اس لیے وہ مضر ہے تو ہم اس سے اجتناب کرتے ہیں اور ہمارا مولیٰ کہتا ہے کہ گناہ کی زندگی سے کنارہ کش رہو کیونکہ اس سے صحت برباد ہوتی ہے۔ روپیہ ضائع ہوتا ہے اور عزت برباد ہو جاتی ہے۔

روزہ کا مقصد بڑا بلند ہے۔ اس سے بدیوں اور برائیوں سے انسان بچ جاتا ہے۔ اس کو طہارت و تزکیہ حاصل ہوتا ہے جس سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ سابقہ اقوام کے انبیاء نے بھی روزہ رکھا ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی روزے رکھے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راتوں کو خدا کے حضور میں قیام فرمایا۔ ساری عمر آپ نے قیام فرمایا۔ جب نادار تھے تب بھی روزے رکھتے تھے۔ رات کو اُٹھتے اور اپنا وقت ذکر الٰہی میں گزارتے تھے۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب آپؐ بادشاہ ہو گئے۔ عام طور پر یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی کو بادشاہت یا کوئی بڑا عہدہ و اقتدار مل جائے تو وہ غافل اور آرام طلب ہو جاتا ہے خدا کو بھول جاتا ہے لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر آخری دن تک تہجد پڑھتے رہے اور اس قدر لمبا قیام فرماتے کہ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات میرے یہاں قیام کیا۔ پچھلی رات اُٹھے مشکیزہ سے پانی لے کر وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ **فجعل یبکی** اور سجدہ میں رونا شروع کر دیا۔ پھر قیام کیا۔ اور پھر سجدہ میں رونے لگ گئے۔ یہاں تک کہ زمین آپ کے آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ ظاہر ہوا کہ آپؐ بادشاہ ہو کر بھی عباداتِ الٰہی سے غافل نہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا جہان کے بادشاہوں کے لیے نمونہ ہیں۔ حضورؐ کے

نقش قدم پر چل کرامت میں اولیاءؒ، مجدؒ، غوثؒ وقطبؒ پیدا ہوئے۔

اس زمانہ کے مجدد صد چہاردہم نے بھی روزے رکھے ہیں۔ راتوں کو جاگے ہیں۔ قیام فرمایا ہے۔ ذکر الٰہی میں مصروف رہے ہیں۔ حضرت صاحب نے ریاضت کی ہے۔ روزے رکھے ہیں عبادت کی ہے۔ اور اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی ہے۔ تمام صلحاء امت نے ریاضتیں کی ہیں روزے رکھے ہیں۔ اس ریاضت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ ہم تمہیں مشقت کی زندگی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ضروری سمجھتے ہیں اگر تم پارس اور سونا بننا چاہتے ہو تو گناہ کی زندگی ختم کر کے روزہ کی مشقت اُٹھاؤ۔

دُعا کیوں کی جاتی ہے؟ سو اس کی تحقیق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہر ایک مقدر میں قانون قدیم یہی ہے کہ اگر چہ اُس نے ہر امر کے بارے میں جو انسان کے مقسوم میں ہے اسی کا حاصل ہونا مقدر کر دیا ہے لیکن اس کے حاصل کرنے کے طریق بھی ساتھ ہی رکھے ہیں اور قانونِ الٰہی تمام اشیاء میں جاری اور ساری ہے۔ جو شخص مثلاً پیاس بجھانا چاہے اُس کو لازم ہے کہ پانی پئے۔ اور جو شخص روشنی کو ڈھونڈھتا ہے اس کے مناسب حال یہ ہے کہ آفتاب کے سامنے آئے اور اندھیر کوٹھری میں بیٹھا نہ رہے۔ اسی طرح دُعا اور صدقات اور خیرات اور دیگر اعمالِ صالحہ کو شرط حصول مرادات ٹھہرا رکھا ہے اور جیسے ابتداء سے کسی چیز کا حصول مقدر ہوتا ہے ساتھ ہی اُس کے لئے یہ بھی مقدر ہوتا ہے کہ وہ دُعا یا صدقہ وغیرہ بجالائے گا۔ تو وہ چیز اس کو حاصل ہوگی۔ پس جس شخص کا مطلب روزِ ازل میں دُعا پر موقوف کر رکھا ہے سو اگر تقدیر مبرم اس کے حق میں یہ ہے کہ اس کا مطلب حاصل ہو جائے گا تو ساتھ ہی اُس کے حق میں یہ بھی تقدیر مبرم ہے کہ وہ دُعا بھی ضرور کرے گا اور ممکن نہیں کہ وہ دُعا سے رُک جائے تقدیر مبرم پوری ہو کر رہے گی اور بہر حال اس کو دُعا کرنی پڑے گی۔ اور دُعا میں ضروری نہیں کہ صرف زبان ہی سے کرے بلکہ دُعا دل کی اس عاجزانہ التجا کا نام ہے کہ جب دل نہایت ہی بے قرار اور مضطرب ہو کر رو بخدا ہو جاتا ہے اور جس بلا کو آپ دُور نہیں کر سکتا اس کا دور ہونا طاقت الوہیّت سے چاہتا ہے۔ پس حقیقت میں دُعا انسان کے لیے ایک طبعی امر ہے۔ جو اُس کی سرشت میں ہے۔ یہاں تک کہ شیر خوار بچہ بھی اپنی گرسنگی کی حالت میں گریہ وزاری سے اپنا انداز ایسا بنالیتا ہے کہ جس کو عین دُعا کی حالت کہتا ہے۔ غرض بذریعہ دُعا کے خدا سے مدد ڈھونڈنا کوئی بناوٹ کی بات نہیں بلکہ یہ فطری امر ہے اور قوانین متعینہ، مقررہ میں سے ہے جو شخص دُعا کی توفیق دیا جاتا ہے اس کے حق میں قبولیت اور اجابت بھی مقدر ہوتی ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ اسی صورت میں اجابت ہو کیونکہ ممکن ہے کہ انسان کسی مطلوب کے مانگنے میں غلطی کرے۔ جیسے بچہ کبھی سانپ کو پکڑنا چاہتا ہے اور والدہ ہر بات جانتی ہے کہ سانپ کو پکڑنے میں اس کی ہلاکت ہے پس وہ بجائے سانپ کے کوئی خوبصورت کھلونا اس کو دے دیتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دُعا کا مانگنا مقدرات ازلیہ میں سے ہے اور اسی جہت سے انسان بالطبع نزول حوادث کے وقت دُعا کی طرف جھک جاتا ہے۔ اور عارفین کا ذاتی تجربہ ہے کہ جو دُعا مانگتا ہے اس کو ملتا ہے۔ ہر ایک زمانہ میں خدا کے مقبولین کی دُعا کے ذریعہ سے عجیب طوروں پر مشکل کشائیاں کی ہیں اور اپنے فضلوں کو منکشف کیا ہے۔ بعض لوگ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ حکیم مطلق نے مقدر کیا ہوتا ہے کہ بہت سے اہلِ حاجات ان کی دُعاؤں سے اپنے مطلب کو پہنچ گئے۔ سو اہل حاجات اس شخص مستجاب الدعوات کو آملتے ہیں۔ اور امر مقدر پورا ہو جاتا ہے سو مستجاب الدعوات کی طرف جھکنا ایک نیک فال ہے۔ کیونکہ غالباً جو شخص مستجاب الدعوات کی طرف آیا ہے اور اس کی طرف میل کرنا اس کو توفیق دیا گیا ہے۔ وہ انہی لوگوں میں سے ہوگا کہ جن کے حق میں قلم ازلی نے کامیاب ہونا اس کی دُعا سے لکھا ہے۔ مگر یہ بات نہیں کہ جو مستجاب الدعوات مانگتا ہے۔ وہ بعینہ پورا ہو جائے۔

☆☆☆